آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے * لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۹ بابت ماہ اگست ۱۹۱۰ء نمبر ۸

چندہ سالانہ عوام سے عا طلبا سے عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ اگست ۱۹۱۰ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

مصدقہ حضرت خلیفۃ المسیح شاہی طبیب حاذق مولوی حکیم نورالدین صاحب کا مجربہ

اصلی ممیرا اور ممیری کا سرمہ

خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے آنکھیں بڑی نعمت ہیں اور آجکل کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے ہیں کہ عام طور پر لوگ آنکھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہیں نوجوانوں کو دیکھو وہ بھی عینک لگائے پھرتے ہیں اور ضعف نظر کی عام شکایت ہے۔ میں نے بڑی محنت سے اصلی ممیرا جو امراض چشم کیلئے مسلم مفید چیز ہے حاصل کیا ہے اسکے اصل ہونیکے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تصدیق فرمائی حضرت مسیح موعودؑ کا خاندان طبی لحاظ سے بھی ایک ممتاز خاندان ہے اور اس پہلو سے بھی آپ کی تصدیق بے نظیر ہے اور علاوہ بریں حضرت خلیفۃ المسیح حکیم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ اصلی ممیرا ہے ممیرا حاصل کرنیکے بعد میں نے حضرت مولوی صاحب کے مجرب اور ہزار ہا مریضان چشم پر آزمائے ہوئے سرمے کے نسخے آپ کی ہدایت کے موافق ترکیب دیکر طیار ہیں اور اب فائدہ عام کیلئے مشتہر کرتا ہوں اور چونکہ یہ تین مختلف نسخے ہیں۔ اس لیئے ہر ایک کی قیمت جدا جدا ہے قیمت سرمہ اول قسم ۲؍ قسم دوم ۱؍ قسم سوم ۸؍ فی تولہ۔ قیمت ممیرا قسم اول ۵؍ جسکو لوگ اڑھائی سو روپیہ فی تولہ فروخت کرتے ہیں۔ قسم دوم ۳؍ اگر اصلی ممیرا نہ ہو تو واپس کر کے قیمت لے لو۔

ست سلاجیت

مقوی جمیع اعضا۔ نافع صرع مشہی طعام قاطع بلغم و ریاح دافع بواسیر جذام و استسقا و زردی رنگ و تنگی نفس و دق و شیخوخیت و فساد بلغم و قاتل کرم شکم مفتت سنگ گردہ و مثانہ و سلسل بول سیلان منی و ذیابیطس و درد مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے۔ بقدر دانہ نخود صبح کے وقت دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔ قیمت فی تولہ ۸؍

لنگیاں اور کلاہ:۔ ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری بادامی سیاہ سفید ماشی ریشمی سوتی ٹسری صافے سفید اور بادامی اور پشاوری ٹوپیاں اور زری کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی اور ہر قیمت کی مل سکتی ہیں ۱؍ سے ۲۵؍ تک۔

حمائل خورد روسی ہدیہ ۱؍ اور شاہ رفیع الدین کا مترجم کلام اللہ چمڑے کی جلد قیمت ۱؍

المشتہر:۔ احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور۔ (پنجاب)

نوٹ:۔ خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ینابیع الاسلام پر ریویو حصہ دوم

پادری ٹسڈل صاحب کا ججی کی کرسی پر رونق افروز ہونا

پادری صاحب اسلام کے ینابیع تلاش کرتے وقت ایک عجیب روش اختیار کرتے ہیں۔ اُنہوں نے اعتراضات کو اپنی طرف سے پیش نہیں کیا بلکہ بجائے معترض کی حیثیت اختیار کرنے کے ایک حَکَم کی پوزیشن کو اختیار کیا ہے اعتراض کرتے وقت وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ اسلام پر فلاں فلاں اعتراض کرتے ہیں پھر خود ایک جج کی حیثیت اختیار کر کے اس امر کی تحقیق شروع کرتے ہیں کہ یہ اعتراض کہاں تک صحیح ہے۔ یہ روش انہوں نے ایکدفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ ہر ایک موقعہ پر اختیار کی ہے اور اعتراض بیان کرنے کے بعد وہ بناوٹی تحقیقات کو ایسے الفاظ سے شروع کرتے ہیں جیسے کہ ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔ آپ صفحہ ۱۸۰ پر ایک اعتراض کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ چونکہ مناسب نیست کہ این قول معترضین را بدون دلیل مسلم بداریم اکنوں بائد دلّہ آں ادعا را از ایشان بطلبیم۔ (ترجمہ) چونکہ یہ مناسب نہیں کہ معترضین کے اس اعتراض کو بغیر دلیل کے مان لیا جاوے اس لیئے اب ہمیں چاہیئے کہ اُن سے اس دعوے کے دلائل طلب کریں۔ دراصل پادریصاحب خود ہی معترض ہیں اور جن فرضی دلائل کا وہ خیالی معترضین سے مطالبہ کرتے ہیں وہ درحقیقت اُنکے اپنے دلائل ہیں جنکے جمع کرنے پر انہوں نے سالہا کی محنت کو

صرف کیا ہے اور جن کی وجہ سے ولیم میور صاحب نے اُنکی اسقدر مدح سرائی کی ہے۔ مگر پادریصاحب
خود ہی معترض ہیں اور خود ہی حکم کی حیثیت اختیار کرتے ہیں اور اُنکی غرض ایسا کرنے سے
یہ ہے کہ لوگوں پر اُنکی بات کا اثر ہو اور وہ یہ خیال کریں کہ پادریصاحب نے اس کتاب کے لکھنے
میں پرلے درجہ کے انصاف اور تحقیق سے کام لیا ہے اور جب تک معترضین اسلام
اپنے دعوے کے ثبوت میں قوی دلائل پیش نہیں کرتے پادری صاحب اُنکے اعتراض کو تسلیم
نہیں کر سکتے اسی لیئے وہ ہر ایک اعتراض کے متعلق مخالفین اسلام سے دلائل کا مطالبہ
کرتے ہیں اور مخالفین اسلام کو صاف طور پر کہدیتے ہیں کہ جب تک تم اپنے دعوے کو
دلائل قاطعہ سے مویّد نہ کرو گے ہم تمہارے اعتراض کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ یہ ہے پادریصاحب
کی چالاکی جو آپنے عوام الناس پر ناجائز اثر ڈالنے کیلیئے اختیار کی ہے اور آپکے اس قسم کے
الفاظ کہ مناسب نیست کہ این قول معترضین را بدوں دلیل مسلم پداریم اور ان الفاظ کہ
اکنوں باید ادلّہ آں ادّعا را از ایشاں بطلبیم یہ صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کیلیئے لکھے
گئے ہیں۔ ولیم میور صاحب اس کتاب کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ اپنے طرز کی "پہلی کتاب"
ہے اور یہ کہ جو شہادتیں اس میں جمع کی گئی ہیں وہ بالکل نئی ہیں اور نیز وہ پادریصاحب
کی تحقیقات اور تفتیش اور عالمانہ انکشافات کی بڑے زور سے داد دیتے ہیں جس سے
پایا جاتا ہے کہ جو فرضی شہادتیں اس کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ پادری صاحب کا اپنا کام ہے
مگر پادری صاحب اس تحقیقات کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ اسکو غیروں کی طرف
سے بطور شہادت پیش کرتے ہیں اور اپنے لیئے صرف جج کا عہدہ پسند فرماتے ہیں تاکہ
وہ معترضین اسلام اور اسلام کے درمیان جو جھگڑا ہے اُس میں ایک حکم کی حیثیت سے
اپنا فیصلہ دیں اور لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم کمال انصاف سے فریقین کے
بیانات سُنکر فیصلہ کیا ہے۔ آپ صفحہ ۱۸۰ پر اس امر کی تحقیقات شروع کرتے وقت کہ
اسلام کی تعلیم کا ایک بڑا حصّہ زردشتیوں اور ہندوؤں کی کتب مقدسہ سے اخذ کیا گیا
ہے لکھتے ہیں "درجواب ایں سوال مے گویند کہ باید بعضے از آیات قرآن و بعضے از احادیث
را بیازمائیم و با آنچہ در کتب زردشتیاں و ہنود مندرج است مقابلہ کنیم۔ (ترجمہ) ہمارے

اس مطالبہ کے جواب میں کہ اس دعوے کے ثبوت میں دلائل اور شہادتیں پیش کی جائیں معترضین کہتے ہیں کہ قرآن کی بعض آیات اور بعض احادیث کی پڑتال کی جاوے اور جو کچھ زردشتیوں اور ہندوؤں کی کتب قدیمہ میں درج ہے اُسکے ساتھ مقابلہ کیا جاوے۔ (صفحہ ۱۸۰) اس قسم کے الفاظ کے ساتھ پادری صاحب اپنی تحقیقات کو شروع کرتے ہیں جس سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایک معترض کے رنگ میں اس کتاب کو نہیں لکھتے بلکہ معترضین اسلام اور مذہب اسلام کے درمیان میں حَکَم کی حیثیت سے اپنا قول فیصل پیش کرتے ہیں۔ اسی طریق کو انہوں نے اوّل سے آخر تک ملحوظ رکھا ہے چنانچہ جب ایک اعتراض پر اپنی فرضی تحقیقات کو ختم کر چکتے ہیں تو اپنے بیان کو ایسے الفاظ کے ساتھ ختم کرتے ہیں جیسے کہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں:۔ حاصل کلام اینکہ ادّعاے معترضینے کہ برآنند کہ انجیل و کتابہاے دیگر مسیحیان وخصوصًا بعضے صحیفہاے جعلی بدعتیان قدیم یکے از ینابیع تعالیم دین اسلام بودہ است ہرگز قابل انکار نمے باشد (ترجمہ) خلاصہ کلام یہ ہے کہ اُن معترضین کا دعویٰ جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم کا ایک چشمہ انجیل اور دوسری مسیحی کتب خصوصًا جعلی صحیفے ہیں ایسا مضبوط ہے کہ اُس سے انکار نہیں ہو سکتا۔

لیکن اگرچہ پادری صاحب نے ججی کی کُرسی کو اپنے لیئے پسند کیا ہے مگر ججی کے فرائض کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی کی ہے۔

آپ مسلمانوں اور مسیحی معترضین کے درمیان فیصلہ کرنیکے لیئے ججی کا عہدہ اختیار کرتے ہیں۔ امر زیر بحث یہ ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ وسلم نے انسانی اور زمینی سرچشموں سے اپنی تعلیم کو حاصل کیا ہے یا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا وہ خداے تعالیٰ کی پاک وحی تھی۔ مسیحی معترضین کا یہ دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تعالیم کو مسیحیوں۔ یہودیوں۔ زرتشتیوں۔ صابیوں۔ اہل عرب۔ ہندوؤں وغیرہم سے حاصل کیا اور مسلمانوں کا بیان ہے کہ قرآن مجید خداے تعالیٰ کا کلام ہے جو زمین و آسمان کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے۔ جس نے دنیا کی کل قوموں

کی طرف نبی مبعوث فرمائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ کو ایک کتاب عطا فرمائی جو دنیا کی کل عمدہ تعالیم کی جامع ہونیکا دعویٰ کرتی ہے۔ یہ ہیں فریقین کے بیانات اور پادری ٹسڈال نے ان ہر دو فریق کے مابین امر متنازعہ فیہ کے فیصلہ کرنیکا کام خود ہی اپنے ذمہ لیا ہے آپنے اپنے تئیں بالکل غیر متعصب اور انصاف پسند جج ظاہر کیا ہے اور آپنے یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ آپ مخالفینِ اسلام کے کسی دعوے کو نہیں سنیں گے جبتک کہ وہ اپنے دعویٰ کے ساتھ یقینی شہادت پیش نہ کریں آپ کو حق ظاہر کرنیکی اسقدر تڑپ ہے کہ آپ صرف تراجم پر قناعت نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے فیصلہ میں اصل کتابوں کے حوالے اُنکی پرانی زبانوں میں لفظ بلفظ درج کرتے ہیں۔ آپ ہر ایک شہادت کے وقت معترضین سے اصل کتاب کا حوالہ طلب کرتے ہیں۔ اور اُس حوالہ کو اصل عبارت میں درج کرتے ہیں۔ چنانچہ آپنے اپنی کتاب میں بہت سے حوالجات مندرجہ ذیل پرانی زبانوں میں درج کیے ہیں۔

عبرانی۔ صفحات ۳۸ - ۴۰ و ۵۲ - ۵۵ و ۵۷ و ۶۴ - ۷۴ و ۸۴ - ۸۸ و ۹۲ - ۹۳ و ۹۷ و ۹۸ و ۱۰۰ و ۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۰۳ و ۱۰۴ و ۱۰۶ و ۱۰۹ - ۱۱۰ و ۱۱۲ و ۱۱۸ -

یونانی۔ ۱۰۵ و ۱۲۴ - ۱۲۵ و ۱۲۶ - ۱۳۱ و ۱۳۳ - ۱۳۶ و ۱۳۹ - ۱۴۲ و ۱۶۱ - ۱۶۴ و ۱۶۸ - ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۹۸ - ۱۹۹ -

لاطینی۔ ۱۴۹ - ۱۵۰ -

ارمنی۔ ۸۷ و ۱۵۷ و ۲۰۹ - ۲۱۰ -

پہلوی و زند۔ ۱۹۲ - ۱۹۵ و ۱۹۷ - ۱۹۸ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ - ۲۰۸ و ۲۱۱ - ۲۱۴ و ۲۱۶ - ۲۱۷ و ۲۱۹ -

بابلی۔ ۸۹ - ۹۰ -

قبطی ۱۳۲ و ۱۵۵ -

حبشی۔ صفحہ ۹۴ -

قدیمی مصری زبان۔ ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ -

سنسکرت صفحہ ۹۱ و ۲۰۳ -

یہ وہ زبانیں ہیں جن میں سے حسب زعم پادری ٹسڈال صاحب کے قرآن شریف کی تعلیم کو اخذ کیا گیا۔ ہر ایک زبان کے مقابل ہیں جن صفحات کے نمبر لکھے گئے ہیں وہ پادری صاحب کی کتاب ینابیع الاسلام کے صفحات ہیں۔ اِنپر ناظرین اُن عبارتوں کو دیکھیں گے جن میں سے پادری صاحب کے گمان فاسد کے بموجب مختلف اسلامی تعلیموں کو نکال نکال کر ایک نیا مذہب بنا یا گیا۔ پادری صاحبان کے خیال کے بموجب یہ وہ سرچشمے ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم کو جمع کیا۔ اور اس امر کے ثابت کرنیکے لیئے پادری صاحب نے اصل عبارتوں کو اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے تا ناظرین ان عبارتوں کے مضامین کا اسلام کی تعالیم سے مقابلہ کر کے یہ دیکھ لیں کہ دونوں میں کیسا تطابق ہے۔ پادری صاحب کبھی اپنے ناظرین کو اپنے ہمراہ لیکر اُنکو اُس سرزمین کی سیر کراتے ہیں جو دریائے نیل سے سیراب ہوتی ہے۔ اور وہاں کے قدیم مقبروں میں سے ایک پرانی کتاب کتاب الاموات نام نکالکر اُنکے آگے پیش کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم کا ایک سرچشمہ مصر کی یہ پرانی کتاب ہے۔ اسکو پڑھو اور قرآن مجید کی تعلیم سے اس کا مقابلہ کرو۔ پھر پادری صاحب ہمیں اُن قدیمی کھنڈرات کی طرف لیجاتے ہیں جو دریائے دجلہ و فرات کے مابین واقع ہیں اور پرانے کتبوں پر اپنی اُنگلی رکھکر ہم سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ان عبارتوں کو جو ان قدیمی پتھروں پر بابلی زبان میں کھُدی ہوئی ہیں پڑھو کیونکہ اسلامی تعلیم کا یہ بھی ایک سرچشمہ ہے۔ پھر آپ اسلام کے سرچشموں کی تلاش میں ایران میں سے گذر کر دریائے گنگا تک اپنے ناظرین کو لیجاتے ہیں اور سنسکرت کی پُرانی اور گمنام پستکوں کو کھولکر وہ اُنسے مخاطب ہوکر کہتے ہیں۔ ان تحریروں کو پڑھو کیونکہ یہ بھی اسلام کی تعلیم کا سرچشمہ ہیں۔ مگر تعجب یہ ہے کہ وہ دریائے گنگا تک آکر ٹھہر جاتے ہیں معلوم نہیں کہ وہ ہندوؤں کی اس مقدس ندی سے پار کیوں نہیں جاتے کیونکہ اگر وہ گنگا کے مقدس پانیوں کو عبور کرکے اور ہمالیہ کے پہاڑوں کو طے کر کے ملک تبت و چین میں بھی اسلام کے سرچشموں کی تلاش کرتے تو ضرور اُنکو کنفیوشس اور بُدھ کی تعلیم میں بہت سی ایسی باتیں مل جاتیں جو اسلام کی تعلیم کے عین مطابق ہوتیں اور جنکو وہ اپنے اصول کے مطابق اسلام کی تعلیم کا

سرچشمہ قرار دے سکتے۔

ناظرین! کیا آپ جانتے ہیں کہ پادری صاحب نے کیوں اس قدر محنت اور مشقت اُٹھا کر اس قدر مختلف زبانوں میں سے لمبی چوڑی عبارتوں کو اصل الفاظ میں نقل کر کے اپنی کتاب کو سیاہ کیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ انہوں نے سنسکرت۔ ایرانی۔ عبرانی۔ یونانی قبطی۔ قدیم مصری۔ بابلی۔ لاطینی حبشی۔ ارمنی وغیرہ مردہ زبانوں کی مردہ کتابوں کی ورق گردانی کر کے لمبی لمبی عبارتوں کو اصلی زبانوں اور اُن زبانوں کے اصلی حروف میں نقل کر کے ناظرین کے آگے پیش کیا ہے۔ ایسا کرنے سے پادری صاحب کی سوائے اسکے اور کوئی غرض نہیں کہ ناظرین ان مختلف زبانوں کے عجیب در عجیب نقوش کو دیکھکر یہ خیال کریں کہ پادری صاحب نے اسلام کے سرچشمے تلاش کرنے میں کمال تحقیق اور تدقیق سے کام لیا ہے انہوں نے ناظرین پر ان نقوش کے ذریعہ ناجائز اثر اور رُعب ڈالنا چاہا ہے مگر میں ناظرین کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ان لمبے لمبے حوالجات کو دیکھکر دھوکہ میں نہ آجائیں۔ پادری صاحب کی اس ساحرانہ کارروائی کی حقیقت انشاء اللہ تعالےٰ ابھی ناظرین پر ظاہر ہو جائے گی۔

تعجب ہے کہ جب پادری صاحب مقدس انجیل کا بھی حوالہ دیتے ہیں تو وہ بھی یونانی حروف میں۔ پادری صاحب! کیا یسوع کی مادری زبان یونانی تھی۔ اگر اُنکی زبان یونانی نہیں تھی تو پھر کیا ایرانی۔ کیا یونانی ناظرین کیلئے دونوں برابر ہیں اور انجیل متی کے متعلق تو آپکا دعویٰ ہے کہ وہ عبرانی میں لکھی گئی تھی۔ پھر آپ کو چاہیئے تھا کہ متی کا حوالہ دیتے ہوئے اصل عبرانی عبارت نقل کرتے۔ اگر آپ فرماویں کہ اصل عبرانی اب گم ہو گئی ہے تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ پھر یونانی عبارت کو کیوں نقل کیا۔ جب اصل موجود نہیں رہا اور یونانی اور فارسی دونوں تراجم ہیں تو پھر یونانی عبارت درج کرنے سے کیا فائدہ؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کی غرض صرف ناظرین پر ناجائز رُعب ڈالنا ہے اور کچھ نہیں۔ پادری صاحب۔ اگر آپکے نزدیک اصل عبارتوں کا نقل کرنا ضروری ہے اور اصل عبارت پیش کرنے کے بغیر یقین کامل حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو پھر کیا پادری صاحبان کیلئے آپکے اصول کے رو سے ماتم کا مقام نہیں کہ اُن کے پاس آج کوئی ایسی کتاب موجود نہیں

جس میں حضرت مسیح کے منہ کے کلمات اُنکی مادری زبان میں درج ہوں۔ پادری صاحب کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ آپنے سنسکرت اور پہلوی اور بابلی اور حبشی وغیرہ زبانوں کے حوالجات تو اصل زبان میں دیئے ہیں مگر جب اپنی باری آئی اور مسیح کے اقوال کو پیش کرنے کا موقعہ آیا تو پھر آپ اس امر سے عاجز رہ گئے کہ آپ اُن کے اقوال کو انکی اپنی زبان میں پیش کرتے۔ جب اپنے گھر کا یہ حال تھا تو پھر غیر زبانوں کے متعلق اسقدر مشقت اُٹھانیکی کیا ضرورت تھی؟ کیا پادری صاحب! آپ کو مسیح کے اقوال یونانی زبان میں پیش کرتے ہوئے شرم نہ آئی؟ کیا فارسی ترجمہ یا دیگر تراجم آپکے نزدیک غیر معتبر ہیں کہ مسیح کے اقوال پیش کرنیکے لئے آپنے یونانی حروف کو اختیار کیا۔ کیا آپ کی اس کارروائی سے ہم یہ نتیجہ نکالیں کہ اناجیل کے جسقدر تراجم ہیں وہ سب ناقابل اعتبار ہیں۔ صرف یونانی نسخے ہی اعتبار کے لائق ہیں۔

غرض میں ناظرین کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ پادری صاحب کے لمبے چوڑے حوالجات سے جلدی سے یہ نتیجہ نہ نکال لیں کہ انہوں نے بھی کے اُس فرض کو ادا کر دیا ہے جو انہوں نے خود بخود اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ پیشتر اسکے کہ ہم کسی نتیجہ پر پہنچیں ہمیں اس بات کو دیکھنا چاہیئے کہ آیا پادری صاحبنے اس سوال کے سب پہلوؤں پر غور کر لیا ہے۔ پادری صاحب کی غرض یہ تھی کہ وہ قرآن شریف کے منزل من اللہ ہونیکے دعوے کی تردید کریں اور اس غرض کو پورا کرنیکے لئے صرف یہی دکھانا کافی نہیں تھا کہ قرآن مجید کی تعلیم دوسری کتب میں موجود ہے بلکہ یہ بھی ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی طور پر یا تو براہ راست اُن کتابوں میں سے ان تعالیم کو اخذ کیا یا ایسے لوگوں سے ان تعالیم کو حاصل کیا جو ان کتابوں سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ اگر مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی تعالیم کو ایجاد کیا اور یہ کہ جو کچھ اس مقدس کتاب میں درج ہے وہ کسی پہلی کتاب میں نہیں پایا جاتا تو پھر پادری صاحب کا صرف یہ دکھلا دینا کافی ہوتا کہ یہ تعالیم پہلی کتابوں میں موجود ہیں۔ مگر مسلمانوں کا یہ اعتقاد نہیں کہ اسلام کی تعالیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایجاد ہیں بلکہ اُن کا ایمان ہے کہ یہ کتاب اُس خدا کا کلام ہے جو غیب السمٰوٰت والارض کا جاننے والا ہے اور جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اس لیئے اگر

پادری صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کتاب خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں تو اُن کو صرف یہی نہیں دکھلانا چاہیئے کہ قرآن شریف کی تعالیم بعض دیگر کتب میں بھی متفرق طور پر پائی جاتی ہیں بلکہ یہ بھی قطعی اور یقینی شہادت کے ذریعہ ثابت کرنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الواقعہ ان تعالیم کو اُن کتابوں سے لیا یا ایسے لوگوں سے سیکھا جو ان کتابوں کے ماہر تھے۔ اگر پادری صاحب یہ دونوں امر قطعی اور یقینی شہادتیں پیش کرکے پورے طور پر ثابت کر دیں تو پھر ہمیں اس امر کے قبول کرنے سے انکار نہ ہوگا کہ واقعی پادری صاحب اپنے کام میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اسلیئے ناظرین کو چاہیئے کہ کتاب ینابیع الاسلام کی نسبت رائے لگاتے وقت ان دونوں امور کا لحاظ رکھیں اور یہ دیکھیں کہ آیا پادری صاحب نے فی الواقعہ ان ہر دو امور کو پورے طور پر ثابت کر دیا ہے۔ صرف پادری صاحب کے یونانی۔ ایرانی وغیرہ حوالوں اور ان حوالجات کے عجیب غریب نقوش اور اشکال سے مرعوب ہو کر یہ نتیجہ نہ نکال لیں کہ پادری صاحب نے عالمانہ تحقیق سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ انسانی سرچشموں سے اخذ کیا گیا ہے۔ ناظرین پہلے یہ دیکھیں کہ جو حوالجات پادری صاحب نے پیش کیئے ہیں آیا اُنمیں واقعی وہ تعلیم ہے جو قرآن مجید میں پائی جاتی ہے یا صرف سحروا اعین الناس پر عمل کرکے پادری صاحب نے ان حوالجات سے اپنی کتاب کو لاد دیا ہے پھر اُس کے بعد یہ دیکھیں کہ آیا پادری صاحب نے یہ بھی قطعی شہادت کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مختلف اور قدیم کتابوں اور کتبوں سے اپنی تعلیم کو اخذ کیا۔ یہ دو معیار ہیں جن سے ہم پادری صاحب کی کتاب ینابیع الاسلام کو پرکھیں گے اور اگر وہ ان ہر دو معیاروں کے رُو سے پوری اُتری تو پھر واقعی وہ اُس تعریف کی مستحق ہو گی جو پادری صاحبان نے کی ہے۔

کیا قرآن مجید کے مضامین پادری ٹسڈل کے حوالجات سے ملتے ہیں

جب ہم پادری صاحب کی کتاب کو پہلے معیار کے رو سے جانچتے ہیں تو ہم

نہایت حیرت سے کے ساتھ معلوم کرتے ہیں کہ پادری صاحب نے قرآن مجید کی تعالیم و مضامین کا دوسری کتب میں کھوج لگاتے ہوئے ایمانداری کو بالکل بالائے طاق رکھدیا ہے۔ پادری صاحب کی کتاب اسلیئے لکھی گئی تھی تا یہ ثابت کیا جاوے کہ قرآن مجید نعوذ باللہ خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں۔ اسلیئے اُسکو چاہیئے تھا کہ قرآن مجید کے بیانات و تعالیم سے باہر نہ جاتا۔ مگر اُس نے بجائے اسکے کہ اصل قرآن شریف کے مضامین کا دوسری کتابوں میں کھوج لگائے اُس نے تفسیروں اور قصص کی کتابوں کی طرف رجوع کیا ہے اور جو رطب و یابس قصے بعض تفسیروں میں پائے جاتے ہیں اُنکو لیکر یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ یہ بیانات فلاں فلاں سرچشمے سے لیئے گئے ہیں اور اس سے آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن کریم خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں۔ یہ عجیب منطق ہے جو پادری صاحبان کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ کہ خدائے تعالیٰ کا فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم پر نازل ہوا تھا۔ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں کہ جو قصے تفسیروں میں پائے جاتے ہیں وہ بھی الہامی ہیں اور یہ کہ جو کچھ مفسروں نے لکھا وہ بھی وحی جبرئیل کے ذریعہ اُن مفسروں پر نازل ہوا۔ پس تفسیروں کے قصوں کا دوسری کتابوں میں کھوج لگانے سے یہ ہرگز کسی عقلمند کے نزدیک ثابت نہیں ہوتا کہ معاذ اللہ قرآن شریف خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں۔ مثلاً پادری صاحب صفحہ ۱۱۹ پر لکھتے ہیں۔ "بیضاوی و مفسرین دیگر نوشتہ اند کہ زن عمران دیرینہ سال و عاقر بود در روزے چوں پرندۂ دید کہ بچہ ہائے خود را قوت مے دہد بہ نہایت آرزومند اولاد گشتہ از خدا مسئلت نمود کہ طفلے بوے عطا فرماید" (ترجمہ) یعنی بیضاوی اور دوسرے مفسروں نے لکھا ہے کہ عمران کی بیوی نے جو بڑھیا اور بانجھ تھی ایک دن ایک پرندہ کو دیکھا کہ وہ اپنے بچے کو چوگ دے رہا ہے۔ یہ دیکھکر اُس کا دل بھی للچایا اور خدائے تعالیٰ سے اُس نے دعا کی کہ اے خدا مجھے بھی ایک بچہ عطا فرما۔

اس کہانی کو نقل کرکے پادری صاحب لکھتے ہیں کہ معترضین کا قول ہے کہ یہ قصہ مسیحیوں کی کتابوں سے لیا گیا اور فرماتے ہیں چونکہ مناسب نیست کہ ایں قول ایشانرا بدوں دلائل کافی قبول کنیم مے باید آں ادلّہ را کہ ایشاں پیش مے آورند بدقت تمام اصغا نمائیم۔ یعنی

یہ مناسب نہیں کہ ہم معترضین کے قول کو بغیر کافی دلیل کے قبول کریں اسلیئے یہ مناسب ہے کہ جو دلائل وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اُن کو بڑی توجہ سے سنیں اسکے بعد پادری صاحب کتاب پروتو نجیلیون یعقوب صغیر میں سے ایک یونانی عبارت نقل فرماکر اُسکو فارسی میں اسطرح ترجمہ کرتے ہیں۔ '' وحنا بسوئے آسمان نگریستہ آشیانہ گنجشکہا را در درخت غار دیدہ و در خود فریاد کردہ گفت، وائے بر من وائے بر من کیست کہ مرا زائید وائے بر من بچہ چیز مشابہت دارم من مثل پرندگانِ ہوا نیستم زیرا پرندگان ہوا ہم در حضور تو بار در ہستند خداوندا'' یعنی حنا نے ایک درخت پر چڑیوں کا ایک آشیانہ دیکھا اور کہا کہ مجھ پر افسوس۔ وہ کون تھی جس نے مجھے جنا۔ میں تو ہوا کے پرندوں جیسی بھی نہیں کیونکہ اے خداوند ہوا کے پرندے بھی تیرے حضور بار ور ہیں مگر میں ہوں کہ بے ثمر ہوں۔

اس کہانی کو نقل کرکے پادری صاحب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قرآن کریم خدا کا کلام نہیں بلکہ اسکے مضامین دوسری کتابوں میں سے اخذ کیئے گئے ہیں۔ پادری صاحب کی عقل پر افسوس۔ کیا جج ایسے ہی ہوتے ہیں؟

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ ہم معترضین کے اعتراض کو بغیر دلیل کے قبول نہیں کرینگے اور انکے پیش کردہ دلائل کو غور سے سُنکر اپنا فیصلہ دینگے مگر آپنے یہ نہیں سوچا کہ آیا یہ کہانی قرآن مجید میں بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ کہانی قرآن شریف میں نہیں تو پھر یونانی عبارتوں سے کتاب کو سیاہ کرنیسے کیا فائدہ۔ آپ اس یونانی کتاب کے باب اور فصل کا حوالہ دیتے ہیں مگر یہ نہیں بتاتے کہ قرآن شریف کے کس رکوع اور کس پارہ میں یہ کہانی درج ہے؟

پھر پادری صاحب صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں '' ونیز جلال الدین بر آنست کہ بعد از چند سال چون مادر مریم کہ اسمش حنا بود وی را بہ ہیکل رسانیدہ بکاہنان سپرد ایشان او را قبول کردہ زکریا را گماشتند تا وی را نگاہدارد و او وی را در اطاقے جا دادہ و نگذاشت کہ ہیچکس دیگر بجز وے داخل شود، ولکن فرشتہ وی را پرورش نمود۔

یعنی جلال الدین اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت مریمؑ کی ماں نے حضرت مریمؑ کو کاہنوں کے سپرد کیا اور کاہنوں نے حضرت زکریاؑ کے سپرد کیا تو حضرت زکریاؑ نے حضرت مریمؑ کو ایک حجرہ میں بند کر دیا اور وہ کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ حضرت مریم کے پاس جائے اور اُس حجرہ میں فرشتے اُسکی پرورش کرتے تھے۔ پادری صاحب جلال الدین کی اس کہانی کو نقل کر کے اُسی یونانی کتاب میں سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کرتے ہیں۔ "مریم مثل کبوترے در ہیکل خداوندا قامت مے نمود و غذا از دست فرشتہ میگرفت۔ پھر ایک قبطی کتاب سیرۃ باکرہ میں سے ایک عبارت نقل کرتے ہیں جسکا ترجمہ فارسی حسب ذیل ہے۔ " اودر ہیکل مثل کبوتران پرورش مے یافت و غذا برائے وے از آسمان بوسیلہ فرشتگانِ خدامے آوردند۔ و نیز اکثر اوقات میوہ ہا از درخت حیات برائے وے مے آوردند تا از انہا بشادمانی بخورد۔" اگرچہ پادری صاحب نے جلال الدین کی کہانی کا منبع دریافت کرنیکے لیئے بہت مشقت اُٹھائی ہے اور ایک نہیں بلکہ دو کتابوں میں سے اُس کا اصل پیش کیا ہے مگر افسوس کہ اُن کی ساری محنت بالکل رائگاں گئی کیونکہ اس کہانی کا ذکر قرآن شریف میں کسی جگہ نہیں پایا جاتا اور اسلیئے اس کہانی کا اصل دریافت کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اس جگہ مَیں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ بعض اوقات مسلمان مفسروں نے قرآن شریف کے کلمات کو پھیر پھار کر سُنی سنائی کہانیوں پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی سلوک قرآن مجید کی ایک آیت سے کیا گیا جس میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ فتقبلها ربها بقبول حسن و انبتها نباتا حسنا و کفلها زکریا کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقا۔ قال یمریم انی لكِ هذا۔ قالت هو من عند الله۔ ان الله یرزق من یشآء بغیر حساب۔ یعنی جب حضرت مریمؑ کی والدہ نے حضرت مریمؑ کو خدائے تعالیٰ کیلیئے نذر کیا تو خدائے تعالیٰ نے اُسے قبول کیا اور اُسکو اچھی طرح بڑھایا اور زکریا کو اُسکا متکفل بنایا۔ جب حضرت زکریاؑ محراب میں داخل ہوتے تو اُسکے پاس کھانیکی چیزیں دیکھکر پوچھتے کہ اے مریم تجھے یہ کھانے کی چیزیں کہاں سے ملیں۔ تو وہ جواب دیتیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ (آل عمران) ان آیات میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ حضرت زکریاؑ نے حضرت

مریم کو جب وہ چھوٹی تھیں کسی کوٹھڑی میں بند کر رکھا تھا اور کوئی انسان وہاں جا نہیں سکتا تھا۔ اور حضرت مریم کبوتر کی طرح ہیکل میں رہتی اور فرشتوں کے ہاتھ سے کھانا کھاتی تھیں۔ اس آیت کے بعد کی آیت یہ ہے ھنالك دعا زکریا ربه قال رب ھب لی من لدنك ذریة طیبة انك سمیع الدعا۔ یعنی حضرت مریم کا یہ جواب سنکر حضرت زکریا نے اپنے رب سے دعا کی اور کہا کہ اے میرے رب مجھے بھی اپنے پاس سے پاکیزہ ذریۃ عطا کر۔ ان آیات کا مطلب بالکل صاف ہے کسی عجوبہ کے ایجاد کرنیکی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ عام طور پر رواج ہے کہ جب لوگ بچوں کے پاس کوئی چیز دیکھتے ہیں تو پیار کی وجہ سے اور یہ دیکھنے کیلئے کہ بچہ کیا جواب دیگا اُن سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ چیز تجھے کس نے دی۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ بچہ کے پاس وہ چیز کسی خارق عادت طور پر پہنچی ہے۔ اسی طرح جب حضرت مریمؑ کے پاس جو ابھی بچہ تھیں اور جن کی نگرانی حضرت زکریاؑ کے سپرد تھی حضرت زکریاؑ کوئی کھانے کی چیز دیکھتے تو اُن سے پیار کرنیکی غرض سے دریافت کرتے کہ یہ چیز تجھے کہاں سے ملی۔ مگر چونکہ حضرت مریم کی فطرت نہایت پاکیزہ تھی اور آپ کی تربیت حضرت زکریاؑ جیسے پاک انسان کے ہاتھوں میں تھی اور آپ کی والدہ بھی ایک نیک عورت تھیں اسلیے حضرت مریمؑ نے نہایت پاکیزہ جواب دیا کہ یہ رزق مجھے خدائے تعالیٰ نے دیا ہے۔ خدائے تعالیٰ جسکو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ اس جواب سے یہ نہیں پایا جاتا کہ وہ فرشتوں کے ہاتھ سے کبوتر کی طرح خوراک حاصل کرتی تھیں۔ ایسا جواب تو ہمارے بچے بھی بسا اوقات دیدیتے ہیں جنکی تربیت اچھی ہو اور جنکی فطرت پاک ہو۔ علاوہ ازیں ایسے لفظ تو قرآن مجید میں اور کئی مقامات پر آئے ہیں اور اُنکا مطلب یہ نہیں کہ براہ راست فرشتوں کے ذریعہ غیر معمولی طور پر رزق ملتا ہے۔ چنانچہ انہی مذکورہ بالا آیات سے چند آیتیں پہلے یہ آیت ہے۔ قل اللّٰھم ملك الملك تؤتی الملك من تشآء وتنزع الملك ممن تشآء وتعز من تشآء وتذل من تشآء بیدك الخیر انك علی کل شیٔ قدیر۔ تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی وترزق من تشآء بغیر حساب۔ اس آیت کے آخری فقرہ کے معنے

ہیں کہ تو جسکو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے کیا اس فقرہ کے یہ معنے ہیں کہ جن کی نسبت چاہتا ہے اُنکو آسمان سے فرشتوں کے ہاتھ کھانے کی چیزیں بھیجتا ہے۔ بلکہ کل دنیا کو جو رزق ملتا ہے اُس کا دینے والا خدائے تعالیٰ ہی ہے۔ اسی طرح حضرت مریم کو بھی دیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ وکفّلھا زکریا کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کا متکفل حضرت زکریاؑ کو بنایا یعنی اُنکی پرورش کی خدمت اُنکے سپرد کی۔ پھر سورۃ بقرہ رکوع ۲۶ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے واللہ یرزق من یشآء بغیر حساب۔ یعنی اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے بلاحساب رزق دیتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام والصلوٰۃ فرماتے ہیں ھو یطعمنی و یسقین یعنی اللہ تعالیٰ ہی مجھے کھانیکو دیتا ہے اور وہی مجھے پانی پلاتا ہے۔ ان آیات میں رزق دینے اور کھانا کھلانے اور پانی پلانیکا کام خدائے تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ کسی خارق عادت طور پر فرشتوں کے ہاتھ خدائے تعالیٰ آسمان سے بنی بنائی چیزیں بھیجتا ہے۔ اسی طرح حضرت مریم کا فرمانا کہ خدائے تعالیٰ مجھے رزق دیتا ہے اور وہ جسکو چاہتا ہے بلاحساب رزق دیتا ہے یہ ظاہر نہیں کرتا کہ وہ کبوتروں کی طرح فرشتوں کے ہاتھ سے کھانیکی چیزیں حاصل کیا کرتی تھیں۔ جب حضرت زکریاؑ نے حضرت مریم سے یہ پاکیزہ جواب سُنا تو آپکے دل میں بھی اس خواہش نے جوش مارا کہ کاش ایسی پاک اولاد جیسی یہ لڑکی ہے مجھے بھی خدائے تعالیٰ عطا فرمائے چنانچہ انہوں نے یہ دعا کی۔ غرض یہ آیات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کس طرح حضرت زکریاؑ کو اولاد کی خواہش پیدا ہوئی اور کونسی بات تھی جو اُنکی دعا کی محرّک ہوئی۔ ان آیات میں کوئی ذکر فرشتوں کے ہاتھ سے کبوتر کی طرح کھانا حاصل کرنے کا نہیں۔ اور اس امر سے بھی تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ کیوں ہر وقت اُن کے پاس کھانے کی چیزیں موجود رہتی تھیں۔ وہ ایک چھوٹی سی لڑکی تھیں جو ہیکل کی نذر کی گئی تھیں۔ اسلیئے ضرور لوگ اُن سے طبعاً پیار کرتے ہونگے اور اُنکے لیئے طرح طرح کی کھانے کی چیزیں اور میوے لاتے ہونگے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فرشتے آسمان سے میوے لایا کرتے تھے۔

غرض پادری صاحب نے قرآن کو چھوڑ کر تفسیروں کی روایات پر بڑا زور دیا ہے اور اُنکے

ماخذ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ان کو یاد رہے کہ تفسیروں کے قصوں کے ماخذ دریافت کرنے سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں۔ لیکن اگر پادریصاحب صرف تفسیروں پر ہی بس کرتے تب بھی خیر تھی مگر آپ نے تفسیروں سے بھی تجاوز کر کے مختلف کہانیوں اور قصوں کی کتابوں پر بھی ہاتھ مارا ہے اور ان کہانیوں کے ماخذ دریافت کر کے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔ واہ! پادری صاحب شاباش آپ کی عقل پر۔ جج ہوں تو ایسے ہوں!۔ جن کتابوں سے انہوں نے قصے اور کہانیاں لی ہیں ان کے نام یہ ہیں (۱) قصص الانبیاء (۲) عرائس المجالس (۳) روضۃ الاحباب (۴) التواریخ القدیمہ۔ ناظرین تعجب کرینگے کہ ان کتابوں کو خدائے تعالیٰ کے الہام سے کیا تعلق ہے اور ان کتابوں کے قصص کا پرانی کتابوں میں کھوج لگانے سے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ ان کتابوں نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اُنکے مضامین بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے تھے۔ بلکہ ان میں کئی ایسی کہانیاں ہیں جنکی قدر الف لیلہ کے قصوں سے زیادہ نہیں اور اسلام کے کسی فرقہ کے نزدیک یہ معتبر اور قابل عملدرآمد کتب میں شمار نہیں کیجاتیں پھر معلوم نہیں کہ پادری صاحب نے قرآن شریف کو چھوڑ کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اقوال کو چھوڑ کر جو مستند کتابوں میں پائے جاتے ہیں کیوں ان کتابوں کی طرف رجوع کیا۔ پھر طرفہ یہ کہ ان کتابوں میں سے بھی اسنے ایسے حصوں کو منتخب کیا ہے جو اکثر محض بے ہودہ اور لچر ہیں۔ معلوم نہیں پادری صاحب نے کس عقل کے بھروسہ پر اپنے لیئے جج کا عہدہ پسند فرمایا۔ کس مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ جو حکایات مذکورہ بالا کتب میں پائی جاتی ہیں وہ وحی جبرائیل کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری تھیں۔ پادریصاحب! اگر آپ ان کتب کی حکایات کو یہودیوں۔ مسیحیوں۔ زرتشتیوں۔ ہندوؤں وغیرہم کی کتابوں میں سے نکالکر دکھادیں تو اس سے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا تھا۔ پادریصاحب مجھے

بار بار آپکی عقلمندی پر اور آپ کی جج پر تعجب آتا ہے۔ اگر اتنی ہی سمجھ تھی تو خواہ مخواہ جج بنکر
کیوں اپنی پردہ دری کرالی۔ اگر کوئی شخص پادری صاحب پر اور اُنکے مدّاح ولیم میور پر
جس نے انکی تعریف میں اسقدر لمبا گیت گایا ہے حسن ظن کرکے یہ گمان کرے کہ شاید
عرائس المجالس۔ قصص الانبیاء۔ التواریخ القدیمہ وغیرہ میں سے پادری صاحب نے جو
حکایات پیش کی ہیں وہ ایسی حکایات ہیں جو قرآن مجید میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر میں
پوچھتا ہوں کہ اگر وہی حکایات قرآن مجید میں بھی پائی جاتی ہیں تو پھر پادری صاحب کو
کیا ضرورت پیش آئی کہ قرآن مجید جیسی کتاب کو چھوڑ کر دوسری کتابوں کی طرف رجوع کیا۔
پھر اس بھلے مانس جج نے ان قصوں کی کتابوں میں سے ایک نہیں دو نہیں تین نہیں
بلکہ ایک کثیر تعداد حکایات کی لیکر پرانی کتابوں میں اُن کا کھوج لگایا ہے اور اس طرح اپنی
کتاب کے ورق کے ورق بے فائدہ سیاہ کردیئے ہیں۔ بے شک پادری صاحب نے بہت
جفاکشی سے کام لیا ہے اور عبرانی یونانی وغیرہ کتابوں میں سے بہت سے طول طویل حوالجات
اصل زبانوں میں نقل کئے ہیں مگر ہم اُن کی اس محنت کی کیا داد دیں اور اُنکی لمبی عبارتو
کو کیا کریں جو اُنہوں نے اصل زبانوں میں ہمارے آگے پیش کی ہیں جب کہ وہ قصے ہی
قرآن مجید میں نہیں پائے جاتے جنکا اُنہوں نے اسقدر محنت سے مردہ کتابوں اور مردہ
زبانوں میں کھوج لگایا ہے۔ اور جبکہ کوئی عقلمند اُن بیہودہ اور لغو کہانیوں کو اسلام کی
تعلیم کی جزو خیال نہیں کرتا۔ پادری صاحب نے اس کثرت سے ان کتابوں کی حکایات کو نقل
کیا ہے کہ کتاب کو پڑھتے ہوئے ایک شخص کے دل میں بلا اختیار یہ خیال گذرتا ہے کہ پادری
صاحب نے قرآن شریف کے ماخذ دریافت کرنیکے لیے نہیں بلکہ عرائس المجالس قصص الانبیاء
روضۃ الاحباب۔ اور التواریخ القدیمہ کے ماخذ دریافت کرنیکے لیئے اس کتاب کو تصنیف
کیا ہے۔ چنانچہ صفحات ذیل انہی کتابوں کی حکایات اور اُنکے ماخذ دریافت کرنیکے لیئے
کلیۃً وقف کردیئے گئے ہیں۔ صفحہ ۴۱ سے ۵۸ تک۔ ۹۷ سے ۹۵ تک ۱۰۷ سے ۱۱۲ تک
۱۵۶ سے ۱۵۸ تک اور ۲۰۶ سے ۲۱۵ تک۔ میں ذیل میں ان چہار کتب کی حکایات
میں سے چند ایک بطور نمونہ کے یہاں نقل کرتا ہوں تا ناظرین کو معلوم ہو کہ وہ کس قسم

کی کہانیاں ہیں جنکو پادری صاحب نے نقل کیا ہے اور جنکا ماخذ دریافت کرنیکے بعد یہ پادری
جج اس عظیم الشان نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قرآن شریف خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ کتاب قصص الانبیاء میں سے جن حکایات کو اس پادری
جج نے نقل کیا ہے اُنمیں سے چند حسب ذیل ہیں:۔

(۱) صفحہ ۱۰۷ پر پادری صاحب لوح محفوظ کے متعلق مندرجہ ذیل عبارت کتاب
قصص الانبیاء میں سے نقل کرتے ہیں "اما اگر استفسار کنیم کہ اہل اسلام در بارہ
آں لوح محفوظ چہ چیز را از احادیث خود آموختہ اند جواب ایں سوال را در قصص الانبیاء
صفحہ ۴و۳ میابیم وآں ایں است آنگاہ در زیر عرش دانۂ مروارید بیافرید واز آں
مروارید لوح محفوظ را بیافرید بلندی وے ہفت صد سالہ راہ و پہنای وے سہ صد
سالہ راہ گرداگرد وے ہمہ بیاقوت سرخ آراستہ شد بقدرت خدائے تعالیٰ
آنگاہ قلم را فرمان آمد کہ اکتب علمی فی خلقی وما ہو کائن الی یوم القیٰمۃ
.... واصل ایں حکایت در کتابہائے یہود یافتہ مے شود"۔ یعنی اگر ہم یہ
دریافت کریں کہ اہل اسلام نے لوح محفوظ کے متعلق اپنی احادیث سے کیا سیکھا ہے
تو اس کا جواب ہم قصص الانبیاء میں پاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے
عرش کے نیچے ایک مروارید کا دانہ پیدا کیا اور اُس مروارید سے لوح محفوظ کو پیدا کیا
اُسکی بلندی سات سو سال کی راہ ہے اور چوڑائی تین سو سال کی راہ ہے اور اُس کا
گرداگرد یاقوت سرخ سے آراستہ ہے .... اس حکایت کا اصل یہود کی کتابوں
میں پایا جاتا ہے۔

اب اس کہانی کا پادری صاحب پرانی کتابوں میں سے کھوج لگانے کے بعد اس
نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی حالانکہ یہ کہانی
نہ قرآن مجید میں پائی جاتی ہے اور نہ صحیح احادیث میں۔ پھر باوجود اسکے پادری
صاحب یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تحقیقات کے ذریعہ اسلام کی عمارت کو
منہدم کردیا ہے۔

(۲) پھر پادری صاحب اسی کتاب قصص الانبیاء میں سے ایک اور عجیب غریب کہانی نقل کرتے ہیں آپ صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں "در قصص الانبیاء صفحہ ۵ گفتہ شدہ است کہ روزے عبداللہ ابن سلام از حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پرسید فراز زمین از چیست۔ گفت از کوہ قاف۔ گفت کوہ قاف از چیست۔ گفت از زمرد سبز و سبزئے آسمان از آنست۔ گفت صدقت یا رسول اللہ۔ گفت بالائے کوہ قاف چہ مقدار است گفت پانصد سالہ راہ راست۔ گفت گرداگرد وے چند است گفت دو ہزار سالہ راہ است۔ انتہی" یعنی ایک دن عبداللہ بن سلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ زمین کا بلند ترین مقام کونسا ہے۔ آپنے جواب دیا کوہ قاف۔ جو سبز زمرد کا بنا ہوا ہے اور آسمان کی سبزی بھی اسی پہاڑ کی وجہ سے ہے۔ پانچسو سال کی راہ اُسکی اونچائی ہے اور اُس کا گرداگرد دو ہزار سال کی راہ ہے۔ عبداللہ نے کہا آپنے سچ فرمایا اے اللہ کے رسولؐ۔

اس کہانی کو نقل کرنے کے بعد پادری صاحب اس کا اصل ایک یہودیوں کی کتاب حگیگاہ نامی سے نکالتے ہیں مجھے اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ ساری کہانی محض ایک جھوٹ ہے جو صرف لوگوں کا دل بہلانے کے لیئے گھڑی گئی ہے۔ اس کی بنا نہ کسی قرآنی آیت پر ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں اس کا پتہ ملتا ہے مگر پادری صاحب اسکو اسلام کی تعلیم کا ایک جزو عظیم ظاہر کرکے اسکو اپنی کتاب میں جگہ دیتے ہیں گویا اسلام کی سچائی کا مدار اسی کہانی پر ہے افسوس پادریصاحبان کے انصاف پر۔ وہ کیسی کیسی چالاکیوں سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

(۳) پھر پادری صاحب اسلام کی ایک اور بڑی عظیم الشان تعلیم کا ذکر کرتے ہیں جسکا پتہ نہ قرآن شریف میں ملتا ہے اور نہ صحیح احادیث میں۔ آپ صفحہ ۲۰۶ پر لکھتے ہیں۔ "در قصص الانبیاء صفحہ ۹ چنیں مکتوبست۔ خدا تعالیٰ عزازیل را پیدا کرد عزازیل در سجین ہزار سال خدائے تعالیٰ را سجدہ کرد تا بر زمین دنیا آمد" یعنی قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ عزازیل نے زمین کے نیچے مقام سجین میں ہزار سال خدائے تعالیٰ کی عبادت کی پھر زمین پر آیا اور ہر ایک طبقہ طے کرنے کے بعد ہزار سال خدائے تعالیٰ کے آگے سجدہ

کرتا رہا۔

(۴) پھر آپ صفحہ ۲۱۰ و ۲۱۱ پر اُسی کتاب قصص الانبیاء میں سے ایک اور فرضی اسلامی تعلیم پیش کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔ ”ونیز گفتہ شدہ است در احادیث کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گفت خدا تعالیٰ آں نور را بچہار قسم گردانیدہ از یک قسم عرش را بیافرید و از یک قسم قلم را بیافرید و از یک قسم بہشت را بیافرید و از یک قسم مومنان را بیافرید۔ ایں چہار قسم را باز چہار قسم کرد از قسم اوّل عزیز تر و مکرم تر مرا بیافرید کہ رسولم و از قسم دوم عقل را بیافرید و در سر مومناں نہاد و از قسم سوم شرم را بیافرید و در چشم مومناں نہاد و از قسم چہارم عشق را بیافرید و در دل مومناں نہاد (قصص الانبیاء صفحہ ۲)“ یعنی احادیث میں لکھا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ سے عرش کو پیدا کیا دوسرے سے قلم کو۔ تیسرے سے بہشت کو۔ چوتھے سے مومنوں کو۔ اور ان چار حصوں کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک سے مجھے پیدا کیا۔ دوسرے سے عقل کو تیسرے سے حیا کو چوتھے سے عشق کو (قصص الانبیاء صفحہ ۲)

مجھے اس امر کے ظاہر کرنیکی ضرورت نہیں کہ کہانی بھی پہلی کہانیوں کی طرح نہ قرآن شریف سے لی گئی ہے اور نہ صحیح احادیث میں اسکا کچھ نشان پایا جاتا ہے بلکہ یہ بھی اُن جھوٹی بناوٹوں میں سے ہے جو جاہلوں کے خوش کرنیکے لئے تراشی گئی ہیں۔

(۵) پھر پادری صاحب صفحہ ۲۰۸ و ۲۰۹ پر ایک اور دلچسپ قصہ کتاب قصص الانبیاء میں سے لیکر نقل کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں ”ہم از احادیث و ہم از کتابہائے زردشتیاں پدید مے آید کہ طاؤس با عزازیل کہ اہرمن باشد نسبت داشتہ است و در قصص الانبیاء چنیں مذکور است کہ چوں عزازیل پیش در جنت نشستہ بود و میخواست داخل گردد۔ طاؤس از بہشت بر کنگرہ نشستہ بود دیکے را دید کہ اسمہائے اعظم میخواند طاؤس گفت تو کیستی گفت من فرشتہ ام از فرشتگان خدائے عزوجل گفت اینجا چرا نشستہ گفت اُنظرُ الجنّۃَ میخواہم کہ در بہشت آیم طاؤس گفت مرا فرمان نیست کہ کسے را در بہشت گذارم تا آدمؑ در بہشت است گفت اگر مرا در بہشت راہ دہی چناں دعا آموزانم ہر کہ آں دعا را بخواند

دے راستہ چیز بود۔ یکے آنکہ پیر نشود دوم سرکش نباشد سوم آنکہ ہرگز او را از بہشت بیروں نکنند۔ ابلیس آں دعا را بخواند طاؤس نیز بخواند۔ از کنگرہ در بہشت پرید۔ ہرچہ از ابلیس شنیدہ بود باز گفت و بعد ازاں گفتہ شدہ است کہ چوں خدائے تعالیٰ حضرت آدم و حوّا و ابلیس را از بہشت بزمین انداخت طاؤس را نیز ہمراہ ایشاں اخراج نمود" یعنی احادیث سے اور نیز زردشتیوں کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مور کو عزازیل سے تعلق ہے۔ قصص الانبیا میں لکھا ہے کہ عزازیل جنت میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ مور بہشت کے کنگرہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے عزازیل کو دیکھکر پوچھا تو کون ہے۔ اُس نے کہا میں فرشتہ ہوں اور جنت میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ مور نے کہا مجھے حکم نہیں کہ میں کسی کو بہشت کے اندر جانیکی اجازت دوں عزازیل نے کہا اگر تو مجھے اندر جانے کی اجازت دے تو میں تجھے ایک ایسی دعا سکھاؤں جس کے پڑھنے سے تین باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اوّل پڑھنے والا بوڑھا نہیں ہوتا۔ دوسرے وہ سرکش نہیں ہوتا۔ تیسرے وہ جنّت سے خارج نہیں ہوتا جب حضرت آدم علیہ السلام اور حوّا اور شیطان کو بہشت سے نکالا گیا تو مور بھی اُن کے ساتھ نکالا گیا۔

بے شک یہ بہت دلچسپ کہانی ہے مگر افسوس ہے کہ اس کا ذکر نہ قرآن شریف میں ہے نہ احادیث میں اور پادری صاحب نے زردشتی کتابوں میں اس کہانی کا کھوج لگا کر اور پُرانی زبانوں کے حوالوں سے اپنی کتاب کے اوراق سیاہ کرکے بے فائدہ اپنے وقت کو ضائع کیا ہے۔ یہ ہے نمونہ اُن کہانیوں کا جو پادری صاحب کتاب قصص الانبیاء میں سے نقل کرتے ہیں آپ انہی کہانیوں کو اسلام کی عین تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ظاہر کرکے ناظرین کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مذاہب کے پیروؤں سے مدد لیکر ایک نیا مذہب تجویز کیا ہے۔ پادری صاحب! آخر دھوکہ دینے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ کیا آپنے دنیا کے لوگوں کو ایسا جاہل اور نادان سمجھ لیا ہے کہ وہ آپکے دھوکہ میں آکر یہ سمجھ لیں گے کہ جو لچر کہانیاں آپ قصص الانبیاء میں سے نقل کر رہے ہیں وہ اسلام کی صحیح اور اصلی تعلیم ہے اور کیا یہ آپ خیال کرتے ہیں کہ ان قصوں کا پُرانی کتابوں سے کھوج نکالکر آپ یہ امر ثابت کرینگے کہ

قرآن شریف خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں اور اسلام کا دین سچا دین نہیں۔ پادری صاحب! کیا مسیحی تعلیم کا یہی پھل ہے جو آپنے ہمیں دکھایا ہے؟ کیا تمھارے ہاں یہی تعلیم دی جاتی ہے کہ سفید جھوٹ بولکر خلق خدا کو گمراہ کرو؟ ہم تاریخ میں پڑھا کرتے تھے کہ پہلے زمانہ کے مسیحی لوگ اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے ہر ایک ناجائز طریق کو اختیار کرنا جائز بلکہ موجب ثواب یقین کرتے تھے اور یہ کہ افترا اور جعلسازی سے مسیحی دین کو ترقی دینا انکے نزدیک کوئی معیوب امر نہ تھا۔ مگر اس زمانہ میں ہم نے آپکے ذریعہ اس امر کا مشاہدہ بھی کر لیا اور آپنے اپنی کارروائی سے تاریخ کی تصدیق کی اور ثابت کر دیا کہ آپ اپنے بزرگوں کے صحیح معنوں میں قائم مقام ہیں اور یہ کہ اُن مسیحی بزرگوں کی ذرّیت اس روشنی کے زمانہ میں بھی مفقود نہیں ہوئی۔ آپ پر تو چنداں افسوس نہیں۔ اگر افسوس ہے تو سر ولیم میور کے سی ایس آئی۔ ڈی سی ایل۔ ایل ایل ڈی۔ پی ایچ ڈی پر ہے جنکو علاوہ دنیاوی عظمت اور حکومت کے مورخیت کا بھی دعویٰ ہے مگر انہوں نے باوجود علم کے نہ صرف ان افتراؤں کو ترجمہ کر کے شائع کیا بلکہ پادری صاحب کو اپنی کامل خوشنودی کا پروانہ بھی عطا کیا۔ معلوم نہیں کہ اسلام کی عداوت اور بغض کیوں ان لوگوں کو ایسا اندھا کر دیتا ہے۔

کتاب قصص الانبیاء کے بعد اب میں پادری صاحب کے اُن حوالوں میں سے چند ایک بطور نمونہ کے یہاں درج کرتا ہوں جو انہوں نے کتاب عرائس المجالس میں سے نقل کیے ہیں اور جنکا پرانی کتابوں میں کھوج لگانے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام سچا مذہب نہیں اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔

(۱) آپ صفحہ ۷۹۔۸۰ پر ایک لمبی کہانی عرائس المجالس میں سے نقل کرتے ہیں جسکا خلاصہ میں یہاں اُردو میں نقل کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں کہ "عرائس المجالس میں لکھا ہے کہ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ جب فرشتوں نے حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں انسانوں کے بداعمال کو آسمان کی طرف چڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے خدائے تعالیٰ کی خدمت میں عرض کی کہ تُو نے ان انسانوں کو زمین پر حکومت کرنیکے لیے منتخب کیا ہے اور دیکھ یہ تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ اسپر خدائے تعالیٰ نے فرشتوں کو جواب دیا کہ میں تمکو دنیا میں بھیجوں تو تم بھی وہی کام کرو جو انسان کرتے ہیں۔ تم اپنے میں سے دو اور کلبی کی روایت کے موجب تین فرشتے

انتخاب کرو ہمیں اُن کو زمین میں بھیجوں گا۔ قتادہ بیان کرتا ہے کہ ابھی اُن فرشتوں کو زمین پر اُترے پورے دو مہینے نہیں گذرے تھے کہ وہ پھسل گئے۔ کیونکہ ایک نہایت ہی خوبصورت عورت جو حضرت علیؓ کے قول کے بموجب ملک فارس کی شہزادی تھی شراب کا پیالہ لیئے ہوئے اُنکے سامنے آئی انہوں نے شراب کو پیا اور بدمست ہو کر زنا کے بھی مرتکب ہوئے ایک شخص نے اُنکو دیکھا۔ انہوں نے اُسکو قتل کر دیا۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک بُت کی بھی پرستش کی۔ اور خدائے تعالیٰ نے زہرہ کو جو پہلے عورت تھی ستارہ بنا دیا جو اب تک زہرہ کے نام سے مشہور ہے۔ پادری صاحب اس قصہ کو بڑی تفصیل کے ساتھ نقل کرنیکے بعد فرماتے ہیں "الان اگر ہمیں حکایت را در طالمود بجوئیم آنرا در سہ موضع مے یابیم" یعنی اگر ہم اس کہانی کو یہودیوں کی کتاب طالمود میں تلاش کریں تو اسکو ہم تین جگہوں پر پاتے ہیں۔ پادری صاحب بے شک اسکو تین مقاموں سے نہیں بلکہ تین سے زیادہ مقاموں میں سے نکال کر دکھائیں۔ سوال تو یہ ہے کہ کیا وہ اس کہانی کو قرآن شریف میں سے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اقوال میں سے نکالکر دکھا سکتے ہیں۔ یا کیا پادری صاحب یہ چاہتے ہیں کہ ہم قرآن شریف کو اسلیئے خدائے تعالیٰ کا کلام نہ مانیں کہ کتاب عرائس المجالس کے مصنف نے اس قصہ کو طالمود کے تین مقامات سے اخذ کیا ہو یا یہودیوں سے سُنا ہے۔ کیا ایسی شہادتوں ہی کی بنا پر پادری صاحب اپنی کتاب کے آغاز میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے قرآن شریف کی تعالیم اور مضامین کا دوسری کتبوں میں سے ماخوذ ہونا اظہر من الشمس کر دیا ہے اور یہ کہ اُنکے ایسا کرنے سے اسلام کی ساری عمارت منہدم ہو چکی ہے۔

(۲) پادری صاحب کی کہانی جو انہوں نے کوہ قاف کے متعلق قصص الانبیاء میں سے نقل کی ہے اسی کی تائید میں وہ عرائس المجالس کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں چنانچہ صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں "و اصل آنچہ در احادیث نسبت بکوہ قاف موہوم مندرج است در کتابہائے یہودیان یافت مے شود و اگر آنچہ راکہ در عرائس المجالس و در قصص الانبیاء نوشتہ شدہ است با آنچہ یہودیے گویند مقابلہ کنیم ایں امر مدلل مے گردد و در عرائس المجالس چنیں مندرج است خلق الله تعالیٰ جبلاً عظیماً من زبرجدۃ خضری خضرۃ السماء منه یقال له جبل قاف فاحاط بها کلها وهو الذی اقسم الله به فقال ق والقرآن المجید"

یعنی جو کچھ احادیث میں کوہ قاف کی نسبت لکھا ہے اُسکا اصل یہود کی کتابوں میں پایا جاتا ہے چنانچہ عرائس المجالس اور قصص الانبیاء کے بیان کو یہودیوں کی کتابوں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے یہ امر ثابت ہوجاتا ہے۔ عرائس المجالس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبز زمرد کا ایک پہاڑ پیدا کیا اور آسمان کی سبزی بھی اسی پہاڑ کی وجہ سے ہے اُس نے کُل دنیا کا احاطہ کیا ہوا ہے اسکا نام کوہ قاف ہے اور خدائے تعالیٰ نے اسی پہاڑ کی قسم کھائی ہے۔ یہی قصہ پہلے قصص الانبیاء میں سے نقل ہوچکا ہے مگر عرائس المجالس کا مصنف قصص الانبیاء کے مؤلف سے ایک بات میں بڑھ گیا ہے کیونکہ اس نے اس پہاڑ کا نام قرآن شریف میں بھی نکالکر دکھا دیا ہے مگر میں پوچھتا ہوں کہ اگر سورہ ق کے شروع میں حرف ق کوہ قاف کی طرف اشارہ کرتا ہے تو دوسری سورتوں کے ابتدا میں جو حروف مقطعات ہیں۔ وہ کن پہاڑوں کے نام ہیں اور وہ پہاڑ دنیا کے کس کس حصہ میں واقع ہیں۔ افسوس پادری صاحب پر کہ وہ ایسی لچر باتوں کو اسلام کی صحیح اور اصلی تعلیم ظاہر کرکے دنیا کے آگے پیش کرتے ہیں اور ان کہانیوں کو پرانی بوسیدہ کتابوں اور مردہ زبانوں میں سے نکالکر اپنے ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ قرآن شریف خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں۔

(۳) پادری صاحب ایک اور کہانی عرائس المجالس میں سے نقل کرتے ہیں۔ آپ صفحہ ۲۰۶ پر لکھتے ہیں " در عرائس المجالس صفحہ ۴۳ نوشتہ شدہ است کہ ابلیس تا ۳ ہزار سال نزد دروازہ جنّت ماند بامید ضرر رسانیدن بحضرت آدم وحوّا زیرا دلش از حسد پُر بود" عرائس المجالس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ضرر پہنچانے کی نیت سے ابلیس ۳ ہزار سال جنّت کے دروازہ پر ٹھہرا رہا۔ یہ کہانی نقل کرکے پادری صاحب ایک پرانی ایرانی کتاب میں پرانے حروف میں ایک حوالہ پیش کرکے یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ کہانی ایرانی کتب میں سے لیگئی۔ مَیں صرف اس کے جواب میں اتنا ظاہر کردینا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کہانی ایرانی کتب میں سے اخذ کیگئی ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن مجید کے مضامین یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعالیم ایرانی سرچشموں سے نکلی ہیں کیونکہ یہ کہانی نہ قرآن شریف میں ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال صحیحہ میں پائی جاتی ہے

(۴) پھر پادری صاحب ایک اور کہانی عرائس المجالس میں سے نقل کرتے ہیں اس امید پر کہ

اُس کہانی کا یہودی منبع دریافت کر کے وہ اسلام کی عمارت کو منہدم کر دینگے۔ آپ صفحہ ۴۰۹ عرائس المجالس کی بنا پر لکھتے ہیں کہ جب ملکہ سبا نے شاہی محل میں داخل ہوتے وقت شیشہ کو پانی سمجھا اور اپنی پنڈلیوں کو ننگا کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نظر اُس کی پنڈلیوں پر پڑی اور آپ نے دیکھا کہ اُس کی پنڈلیاں نہایت ہی خوبصورت ہیں مگر اُنمیں ایک عیب تھا کہ اُنپر بہت بال اُگے ہوئے تھے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کا بیان متعلق ملکہ سبا نامکمل ہے اور احادیث سے قرآن شریف کی تکمیل ہوتی ہے اور اسکے ثبوت میں وہ مندرجہ بالا کہانی عرائس المجالس سے نقل کرتا ہے مگر مَیں افسوس کے ساتھ پھر ظاہر کرتا ہوں کہ یہ حکایت احادیث میں نہیں پائی جاتی یہ پادری صاحب کا محض افترا ہے۔

اب مَیں عرائس المجالس کے زیادہ حوالے یہاں نقل نہیں کرونگا۔ جو حوالے نقل کیئے جا چکے ہیں وہ پادری صاحب کی تحقیقات کی حقیقت ظاہر کرنیکے لیئے کافی سے زیادہ ہیں۔ اب باقی دو کتابوں یعنی روضۃ الاحباب اور التواریخ القدیمہ میں سے جنکے حوالے پادری صاحب نے نقل کیئے ہیں اور جن کا پرانی کتابوں میں کھوج لگا کر اُنکے ذریعہ اسلام کی عمارت کو منہدم کرنا چاہا ہے اُنکو یہاں بطور نمونہ نقل کرتا ہوں۔ پہلے روضۃ الاحباب کے دو حوالے پیش کرتا ہوں۔

(۱) صفحہ ۱۳۶ پر مسیح کی ولادت کے حالات کے تذکرہ کے بعد جو بعض مسیحی کتابوں میں درج ہیں۔ پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "واضح باد کہ ایں افسانہ اصل آں حکایتے است کہ در روضۃ الاحباب نسبت بولادت حضرت محمد و آں عجائبیکہ درآں وقت بوقوع پیوستہ باشد مندرج است"۔ یعنی روضۃ الاحباب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اسی افسانہ میں سے لیا گیا ہے۔ فرض کیا کہ روضۃ الاحباب میں جو حالات ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درج ہیں وہ اُن واقعات سے مشابہ ہیں جو بعض مسیحی صاحبان نے اپنے خداوند یسوع مسیح کے متعلق لکھے ہیں مگر مَیں پوچھتا ہوں کہ اس امر سے یہ کسطرح ثابت ہوا کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ کس نے کہا کہ جو واقعات ولادت روضۃ الاحباب کے مصنف نے لکھے ہیں وہ بذریعہ الہام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے تھے۔ معلوم نہیں کہ پادریصاحب کے

عمر الیہ

دماغ کو کیا ہو گا۔ روضۃ الاحباب کے مصنف کی روایات متعلق ولادت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن شریف خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں۔

(۲) صفحہ ۲۱۰ پر پادری صاحب لکھتے ہیں " و در روضۃ الاحباب مرقوم است کہ حضرت محمد گفت کہ چوں حضرت آدم آفریدہ شد خدا آں نور را بر پیشانی وے نہادہ گفت اے آدم ایں نورے کہ بر پیشانی تو نہادم نور نجیب ترین و بہترین فرزندانت و نور رئیس انبیائے کہ فرستادہ خواہند شدے باشد" یہ روایت روضۃ الاحباب میں لکھی ہو گی مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ روایت قرآن شریف میں یا احادیث کی مستند کتابوں میں بھی پائی جاتی ہے یا نہ ؟۔

اب میں التواریخ القدیمہ کی ایک روایت بطور نمونہ درج کرتا ہوں جسکو پادری صاحب نے نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ قرآن مجید کے مضامین یہود وغیرہم سے حاصل کیئے گئے۔ وہ صفحہ ۲۱۱ پر لکھتے ہیں " در کتاب ابی الفداکہ بہ التواریخ القدیمۃ من المختصر فی اخبار البشر مسمی است نوشتہ شدہ کان آزر ابو ابراھیم یصنع الاصنام و یعطیھا ابراھیم لیبیعھا فکان ابراھیم یقول من یشتری ما یضرہ ولا ینفعہ۔

یعنی ابراہیم کا باپ آزر بت بنا کر حضرت ابراہیمؑ کو دیا کرتا تھا کہ انکو جا کر بیچ آوے۔ پس ابراہیمؑ جا کر پکارتا۔ کون شخص خریدے گا اُس چیز کو جو اُسکو کوئی نفع نہیں پہنچائے گی بلکہ بجائے نفع کے نقصان کا موجب ہو گی۔ پادری صاحب اس کہانی کو یہودیوں کی کتابوں میں سے نکالکر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے مضامین یہود سے سیکھے مگر قرآن شریف کو اوّل سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ آپ کو کوئی ایسی آیت نہیں ملیگی جس میں اس کہانی کا ذکر ہو۔ پھر معلوم نہیں پادری صاحب کس منطق کے زور سے اس کہانی کے ذریعہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف کے مضامین یہودیوں کی کتابوں میں سے لیئے گئے۔ کیا اُن میں اس قدر عقل نہیں کہ قرآن شریف اور کتاب التواریخ القدیمہ میں تمیز کر سکیں۔

پادری صاحب نے ایک عجیب چال اختیار کی ہے۔ اُنہوں نے قرآن شریف اور مستند حدیث کی کتابوں کو چھوڑ کر چند ایسی کتابوں کو منتخب کیا ہے جن میں بہت سے

رطب و یابس قصّے درج ہیں اور جنہیں سے اکثر یہود و نصاریٰ وغیرہم سے سُن سنا کر لکھے گئے ہیں۔ اوّل وہ ان کتابوں کو ایسی کتابیں ظاہر کرتا ہے جو اسلام کی صحیح صحیح تعلیم کو پیش کرتی ہیں پھر انکے مضامین کا کھوج یہود۔ نصاریٰ۔ زردشتیوں کی کتابوں میں سے نکالکر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلام کی تعلیم یہود وغیرہم سے حاصل کی گئی ہے۔ اب پادری صاحب کی کتاب کی منزلت ان کتابوں کی منزلت پر موقوف ہے بلکہ اُن خاص حصوں کی حقیقت پر منحصر ہے جنکو اُسنے نقل کیا ہے اگر یہ کتابیں واقعی اسلام کی سچی تعلیم کو پیش کرتی ہیں اور جو کچھ ان میں لکھا گیا ہے وہ حرف بحرف بعینہٖ اسلام کی وہ تعلیم ہے جو وحی الٰہی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو ایسی صورت میں ہم اس امر کے تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں کہ واقعی پادری صاحب کی کتاب ہر ایک تعریف کی مستحق ہے لیکن اگر ان کتابوں کی حکایات قرآن شریف کے مضامین اور احادیث صحیحہ کی تعلیم سے اخذ نہیں کی گئیں تو پھر اس بات کو ماننا پڑیگا کہ جسقدر محنت پادری صاحب نے ان کتابوں کی حکایات کے ماخذ دریافت کرنے میں خرچ کی ہے وہ بالکل رائگاں گئی ہے اور یہ کہ انہوں نے اپنے وقت کو ناحق ضائع کیا ہے اور جو حوالجات اُنہوں نے دنیا کی مردہ کتابوں میں سے اور مردہ زبانوں میں سے نکالکر جمع کیے ہیں اُنکی قیمت ایک کوڑی کے برابر بھی نہیں مگر اس امر کے ثابت کرنے کے لیے کہ ان کتابوں کی حکایتیں خصوصًا وہ جنکو پادری صاحب نے پیش کیا ہے قرآن شریف یا احادیث صحیحہ میں سے اخذ نہیں کی گئیں کسی لمبی بحث کی ضرورت نہیں۔ ناظرین اُنہی حکایات کو پڑھ لیں جنکو پادری صاحب نے نقل کیا ہے۔ خود وہ حکایات اس امر کی کافی شہادت ہیں کہ وہ اسلامی تعلیم کو پیش نہیں کرتیں۔

پادری صاحب اگر چند صدیاں پہلے دنیا میں آتے تو شاید وہ ایسی بیہودہ کہانیوں کو اسلام کی طرف منسوب کرکے دنیا کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جاتے مگر اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب اسلام کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب کوئی پوشیدہ چیزیں نہیں رہیں کہ پادری صاحب ایسے بیہودہ قصوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کریں اور آپ کا راز افشا نہ ہو اب تو مَیں یقین کرتا ہوں کہ خود یورپ میں بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جو پادری صاحب کے بیہودہ قصوں کو جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے ہیں پڑھ کر یقین کریں گے کہ پادری صاحب نے نہایت فریب بازی سے کام لیا ہے۔ ہاں پادریوں میں اب

بھی بہت سے ایسے جاہل لوگ ضرور ہیں جنہیں یہ تمیز ابھی پیدا نہیں ہوئی۔ اور جو جہل مرکب کی بیماری میں اب تک مبتلا ہیں۔ ایسے لوگ ضرور پادری صاحب کی مدح کے گیت گائیں گے۔ غرض پادریصاحب کی ایسی ہی لچر کتاب ہے جیسے کہ وہ قصے لچر ہیں جن سے کہ پادری صاحب نے اپنی کتاب کو بھر دیا ہے اور پادری صاحب نے یہ محض فضول کام کیا ہے کہ پرانے پستکوں کی ورق گردانی کر کے بیہودہ حوالجات سے اپنی کتاب کو سیاہ کر دیا ہے۔ اب بجائے اسکے کہ ہم ان پرانی زبانوں کو پڑھکر اور پرانے حروف کا نظارہ کر کے پادری صاحب کی علمیت اور محنت کی داد دیں ہمیں پادریصاحب کی عقل پر سخت افسوس آتا ہے کہ انہوں نے کیوں ناحق اپنے وقت کو ضائع کیا۔

مَیں یہ نہیں کہتا کہ اسلام کی تعلیم کا کھوج پرانی کتابوں میں نہیں ملتا۔ ضرور ملتا ہے کیونکہ جیسا کہ مَیں پہلے مضمون میں لکھ چکا ہوں۔ قرآن شریف کے رو سے کل دنیا میں نبی پیدا ہوئے اور اسلام کی بہت سی تعلیموں کو اُن انبیاء کی تعلیموں میں سے نکالنا ممکن نہیں مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن شریف خدا کا کلام نہیں۔ پادری صاحب اگر سیدھی راہ پر چلتے تو وہ بہت سی اسلامی تعالیم کا کھوج پرانی کتابوں میں سے نکال سکتے تھے مگر انہوں نے اس راہ پر قدم نہیں مارا اور اگر مارا ہے تو بہت تھوڑا۔ اگر وہ پورے طور پر اس راہ پر قدم مارتے تو پھر بھی ہم کہہ سکتے تھے کہ اُنکی محنت ضائع نہیں گئی کیونکہ اس راہ پر چلنے سے اگرچہ یہ ثابت نہیں ہوتا تھا کہ قرآن شریف خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں مگر یہ کہہ سکتے تھے کہ اُنہوں نے ایک تحقیقات کا کام کیا ہے۔ بلکہ اُس صورت میں ہم اُن کے ایک حد تک ممنون بھی ہوتے کیونکہ انکی تحقیق سے قرآن شریف کے دعاوی کی تصدیق ہوتی۔ اور یہ ثابت ہوتا کہ قرآن شریف واقعی ایک ایسی کتاب ہے جس میں سب سچی تعلیمیں جمع کی گئی ہیں اسطرح اُنکی کتاب اگر اُن کیلئے مفید نہ ہوتی تو کم از کم ہمارے لیئے ہی مفید ہوتی اور اسطرح اُنکی محنت ضائع نہ ہوتی مگر موجودہ صورت میں انکی ساری مشقت محض اکارت گئی۔ کیونکہ اگر انہوں نے کچھ ثابت کیا ہے تو یہی ثابت کیا ہے کہ جو افسانے عرائس المجالس وغیرہ کتابوں میں لکھے ہیں اُن میں سے بعض یہودیوں۔ مسیحیوں وغیرہم سے لیئے گئے مگر اس تحقیق سے نہ مسیحیوں کو کچھ فائدہ ہوا نہ مسلمانوں کو کچھ نفع پہنچا۔ پس پادری صاحب کے اُن عجیب وغریب اشکال کے حروف

اور اُن نرالے نقوش کو دیکھکر افسوس آتا ہے کہ پادری صاحب نے کیوں بے فائدہ اس قدر مشقت اُٹھاکر اپنی زندگی کے ایک حصہ کو بالکل ضائع کردیا اور ایک بالکل نکما کام کیا جس سے دشمن و دوست کسی کو بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچا پادری صاحب نے ججی کا عہدہ تو اپنے لیئے منتخب کیا تھا مگر افسوس کہ ججی کا کوئی جوہر نہ دکھلایا۔

پادری صاحب کی راست گوئی

پادری صاحب کی اس کارروائی پر تو افسوس تھا ہی کہ انہوں نے عرائس المجالس وغیرہ کتابوں کے مضامین کو عین اسلامی تعلیم کے طور پر ظاہر کیا ہے مگر سب سے بڑھکر افسوس آن کی ایک اور کارروائی پر آتا ہے جس کا انہوں نے اس کتاب میں ارتکاب کیا ہے۔ وہ کارروائی ایسی قابل شرم ہے کہ شریف انسان ایک لمحہ کے لیئے بھی ایسی کارروائی کا ارتکاب اپنے لیئے پسند نہیں کرسکتا مگر پادری صاحب کو اپنے مذہب کی حمایت اسقدر منظور ہے کہ انہوں نے ایسی قابل شرم کارروائی کا ارتکاب بھی اپنے لیئے گوارا کرلیا ہے۔ احادیث کا لفظ اسلامی لٹریچر میں ایک معروف لفظ ہے۔ علاوہ اسکے وہ مسلمانوں کے نزدیک ایک مقدس نام ہے۔ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کلمات طیبات ہیں جو ہر ایک مومن کیلیئے موجب حیات ہیں۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال پر بھی بعض اوقات یہ لفظ لگایا جاتا ہے مگر ایسی حدیث کو حدیث فعلی کہتے ہیں۔ آپکے یہ کلمات طیبات چند کتابوں میں جمع کیئے گئے ہیں جنکا ذکر خود پادری صاحب نے اپنے رسالہ کے ابتدا میں کیا ہے۔ چنانچہ آپ صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں

" ارکان اربعہ دین حق (۱) اولاً قرآن مجید (۲) ثانیاً احادیث (۳) ثالثاً اجماع (۴) رابعاً قیاس مے باشد۔ و در بارۂ رکن سوم و چہارم لازم نیست کہ در اینجا چیزے بنویسیم چونکہ ہویدا است کہ آنہا ضد قرآن و احادیث نباید باشد زیرا فی الواقع بنیان دین اسلام قرآن و احادیث است۔ یعنی اسلام کے چار رکن ہیں اول قرآن مجید۔ دوم احادیث سوم اجماع۔ چہارم قیاس اجماع اور قیاس کے متعلق اس کتاب میں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ قرآن مجید اور احادیث کے برخلاف نہیں ہوسکتے۔ اس لیئے دراصل اسلام کی بنیاد قرآن مجید اور حدیث ہے۔ اسکے بعد پادری صاحب ان کتب احادیث

کی فہرست دیتی ہیں جو سُنّیوں کے نزدیک معتبر شمار کی جاتی ہیں اور نیز اُن کُتب احادیث کے نام لکھتے ہیں جو شیعوں کے نزدیک مسلّم ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔ "معلوم است کہ بر حسب تعلیم اہل شیعہ جمیع احادیث معتبرہ در این پنج کتاب مندرج است یعنی (۱) در کافی تالیف ابو جعفر محمد (۲) در من لا یستحضرہ الفقیہ تالیف شیخ علی (۳) در تہذیب شیخ ابو جعفر محمد (۴) در استیبصار ہماں مؤلف و (۵) در نہج البلاغہ تالیف سید رضی و اما اہل سنہ بعوض آں صحف مزبورہ شش کتاب دیگر را منتخب ساختہ اند یعنی (۱) موءطا (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح مسلم (۴) سنن ابو داؤد (۵) جامع ترمذی (۶) ابن ماجہ۔

اب پادری صاحب کے اس بیان سے واضح ہو رہا ہے کہ اسلام میں احادیث کیسی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور قرآن مجید کے بعد جس چیز کا درجہ ہے وہ احادیث ہی ہیں۔ اس بیان سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ کیوں پادری صاحب نے اسلام کے سرچشمے تلاش کرتے وقت قرآن مجید کے ساتھ احادیث کو بھی ملایا ہے۔ قرآن مجید تو خدائے تعالیٰ کا کلام ہے اور احادیث خدائے تعالیٰ کے رسول کا کلام ہے اور چونکہ مسلمان قرآن شریف اور احادیث دونوں پر کاربند ہیں اسلیئے پادری صاحب نے اپنے کام کی تکمیل اسی میں دیکھی ہے کہ نہ صرف قرآن شریف کے مضامین کا کھوج پہلی کتابوں میں لگائیں بلکہ احادیث کی تعلیم کا بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے پرانی کتابوں میں کھوج لگائیں۔ قرآن شریف کے سرچشمے تلاش کرتے وقت تو انہوں نے تفاسیر کو بھی لے لیا ہے گو یا جو قصے مفسروں نے اپنی کتابوں میں نسج کیئے ہیں وہ بھی خدائے تعالیٰ کا ہی کلام ہیں جو وحی جبرئیل کے ذریعہ اُنپر نازل ہوئے۔ مگر جب احادیث کی باری آئی ہے تو انہوں نے ایک ایسی کارروائی کی ہے جسکو دیکھکر انسان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ معلوم نہیں اُنکو ایسی کارروائی کے ارتکاب پر کس طرح جرأت ہوئی۔ ایک شریف انسان کا دل تو ایسی کارروائی کے خیال سے بھی کانپ جاتا ہے۔ ناظرین! پادری صاحب نے اپنی کتاب میں شروع سے لیکر آخر تک عمداً ایسی چیزوں کا نام احادیث رکھا ہے جو یقیناً احادیث نہیں ہیں اور جنکی نسبت خود اُسکو اور اُسکے عالی مرتبہ مترجم کو بخوبی معلوم

تھا کہ وہ احادیث نہیں۔ اُس نے خود اپنے دیباچہ میں ظاہر کیا ہے کہ احادیث سے کیا مراد ہے
ہیں اُسکی دیباچہ کی عبارت کو پہلے نقل کر چکا ہوں اور اُس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ احادیث
سے مراد وہ کلمات طیبات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلے یا ایسے افعال جو آپنے
کئے اور یہ کہ قرآن شریف کے بعد دوسرا درجہ احادیث کو دیا جاتا ہے مگر باوجودیکہ اُسکو اس بات کا
علم ہے پھر بھی وہ نہایت بے باکی سے ایسی کتابوں کا نام احادیث رکھتا ہے جنکو کوئی فرقہ
مسلمانوں کا احادیث کی کتابوں میں شامل نہیں کرتا اور جو کسی عقلمند آدمی کے نزدیک احادیث نہیں
کہلا سکتیں۔ مثلاً ملاحظہ ہو پادری صاحب کا مندرجہ ذیل بیان۔ آپ صفحہ ۵۲ پر لکھتے ہیں۔ الآن
چوں ایں حکایت را از روئے قرآن و احادیث مسلمانان خواندیم باید بسوئے کتابہائے
یہود رجوع نمودہ مقابلہ کنیم۔ یعنی ہم اس حکایت کو قرآن مجید اور احادیث سے نقل کر چکے ہیں اب
ہم یہود کی کتابوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔

اب اس عبارت میں پادری صاحب نے احادیث کا لفظ قرآن مجید کے بعد رکھکر یہ ظاہر کیا ہے
کہ یہاں احادیث سے وہی احادیث مراد ہیں جنکو مسلمان عام طور پر احادیث کہتے ہیں اور ہر ایک پڑھنے
والا یہی خیال کریگا کہ پادری صاحب نے اس حکایت کو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں سے نقل
کیا ہے جو کتب مشہورہ احادیث میں پائی جاتے ہیں مگر جب پیچھے مڑ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب نے
عرائیس المجالس۔ قصص الانبیاء۔ اور التواریخ القدیمہ کا نام احادیث رکھا ہے اور یہی کتب ہیں
جنکو پادری صاحب نے قرآن مجید کے بعد دوسرے درجہ پر رکھا ہے۔ حالانکہ کوئی مسلمان ان کتابوں کو احادیث
کی کتابوں میں شمار نہیں کرتا۔ مگر پادری صاحب کا افترا دیکھو کہ وہ ایسا ظاہر کرتا ہے کہ گویا مسلمان انکو
قرآن مجید سے دوم درجہ پر سمجھتے ہیں ان کتابوں کی قدر و منزلت اسلامی تعلیم کے لحاظ سے تو
ناظرین نے اُن حکایات سے سمجھ لی ہوگی جو پادری صاحب نے جا بجا نقل کی ہیں۔ بعض روایات تو
ایسی بیہودہ ہیں کہ الف لیلہ کی کہانیاں بھی لغویت میں اُنکا مقابلہ نہیں کر سکتیں مگر افسوس پادری صاحب
کی راست گوئی پر جو ان سب ہزلیات کا نام احادیث رکھکر اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب
کرتے ہیں اور اس طرح ایک ایسی جرم کا ارتکاب کرتے ہیں جو مصنّفین کی دنیا میں ناقابل معافی ہے
جو روائتیں پادری صاحب نے ان کتابوں میں سے نقل کی ہیں۔ ان میں سے بے شک چند ایک ایسی بھی

ہیں جنکو اُن کتابوں کے مصنفین نے بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے مگر وہ روایتیں خود
اس بات کی شہادت دے رہی ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ کی باتیں نہیں ہیں بلکہ مفتریات
اور کذب ہیں مثلاً کوہ قاف کی کہانی کو دیکھو۔ کیا کوئی عقلمند انسان خواہ وہ کسی مذہب کا ہو یہ کہہ سکتا
ہے کہ یہ بیہودہ اور لغو کہانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو سکتی ہے۔ اُس شخص سے زیادہ
کوئی ظالم نہیں ہو سکتا جو ایسی روایات کو احادیث کا نام دیکر اسلام پر نکتہ چینی کرے اُسکا صحیح
احادیث اور معتبر روایات کو چھوڑ کر ایسی لغویات کی طرف رجوع کرنا اور اُنکی بنا پر اسلام اور بانی اسلام
علیہ الف الف سلام پر اعتراض کرنا اس بات کا ایک روشن ثبوت ہے کہ اُسکی نیت فاسد ہے اور اُس کی
غرض سوائے فریب دینے کے اور کچھ نہیں۔ ناظرین! اس پادری جج کو دیکھیئے جو مسلمانوں اور مسیحیوں کے
درمیان انصاف کرنیکے لیئے بیٹھا ہے اور جو کوہ قاف جیسے لغو قصوں کو اسلام کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی مُنہ کی باتیں ظاہر کرکے اپنے مسیحیوں کے حق میں فیصلہ دیتا ہے۔ اگر اس جج کی نیت صاف ہوتی اور
اُسکا دل شرارت سے پاک ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتا کہ مسلمانوں کی مسلمہ کتب کو چھوڑ کر ایسے لغو قصوں پر اپنے
فیصلہ کو مبنی کرتا۔ مگر صرف یہی نہیں کہ وہ ایسی کہانیوں کو احادیث کہتا ہے جو افترا کے طور پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی گئی ہیں بلکہ وہ بہت سی ایسی روایات کو بھی احادیث ہی کہتا ہے
جو نہ صرف اپنی لغویت میں بے نظیر ہیں بلکہ ان کتابوں میں اُن کو افترا کے طور پر بھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ میں ایسی روایتوں کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب
نہیں کی گئیں اور پھر بھی پادری صاحب اُنکو احادیث کا نام دیکر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اقوال ہیں چند مثالیں یہاں درج کرتا ہوں تا پادری صاحب کی راست گوئی پورے طور پر
ناظرین پر واضح ہو جاوے۔

(۱) آپ صفحہ ۹۰ و ۹۱ پر لکھتے ہیں۔ واضح باد کہ دریں قصہ قدیم بُت پرستاں بابل ذکر صعود
نمودن اشتر یعنی زہرہ یافتہ مے شود چنانکہ آں امر ہم در احادیث اہل اسلام و ہم در ان تفسیر
یہود مندرج است۔

یہاں پادری صاحب بیان فرماتے ہیں کہ زہرہ کے آسمان پر چڑھنے اور ستارہ بننے کا ذکر
احادیث میں پایا جاتا ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صحیح حدیث میں زہرہ کے آسمان پر

چڑھنے کا ذکر نہیں۔ ہاں عرائس المجالس میں ذکر ہے اور پادری ٹسڈل کمال دیانت داری سے عرائس المجالس کی کہانی کو حدیث کہکر یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ اُنکا یہ اصول ہو کہ کوئی کہانی ہو اگر کسی مسلمان کی کتاب میں وہ پائی جائے تو وہ نہایت ہی پکی حدیث ہے خواہ اُس مسلمان مصنف نے کسی جگہ سے اُس کہانی کو لیا ہو۔

(۲) صفحہ ۴۴ پر پادری صاحب اپنی پیاری کتاب عرائس المجالس میں سے ایک حوالہ نقل کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "گفتہ اند کہ پدر وے بتہا مے ساخت"۔ یعنی کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ بُت بنایا کرتا تھا۔

اب گفتہ اند کے فقرہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہو کہ یہ کہانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں سے نقل نہیں کی گئی بلکہ کسی اور منبع سے اخذ کی گئی ہے مگر پھر بھی پادری صاحب اس کہانی کو احادیث میں شامل کرتے ہیں اور یہودی کتابوں میں اسکا کھوج لگا کر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر اُدھر سے تعالیم اور مضامین جمع کر کے ایک نیا مذہب کھڑا کر لیا

(۳) پادریصاحب کی حدیث کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو۔ آپ صفحہ ۷۰ پر لکھتے ہیں "واما اگر استفسار کنیم کہ اہل اسلام در بارہ آں لوح محفوظ چہ چیز را از احادیث خود آموختہ اند جواب ایں سوال را در قصص الانبیاء صفحہ ۳ و ۴ مے یابیم و آں اینست آنگاہ در زیر عرش دانہ مروارید بیافرید و از آں مروارید لوح محفوظ را بیافرید بلندئے وے ہفت صد سالہ راہ و پہنائی وے سہ صد سالہ راہ الخ"

دیکھئے پادریصاحب پہلا سوال کرتے ہیں کہ لوح محفوظ کی نسبت احادیث میں کیا لکھا ہی پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ اس کا جواب قصص الانبیاء کے صفحہ ۳ و ۴ میں ملیگا اور جو عبارت وہ قصص الانبیاء میں سے نقل کرتے ہیں اُس میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہی۔ اس سے ثابت ہوتا ہو کہ پادریصاحب کے نزدیک جو کچھ قصص الانبیاء میں لکھا ہی وہ حدیث ہی حدیث ہے واہ! پادریصاحب راستگوئی آپ پر ختم ہو گئی ہے۔

(۴) لیجئے پادری صاحب کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ پادری صاحب سورۃ نمل کی آیت و کشفت عن ساقیہا قال انہ صرح ممرد من قواریر کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ بیان بالکل نامکمل ہی اور اگر کسی نے اسکی تفصیل معلوم کرنی ہو تو وہ احادیث کو پڑھے۔ چنانچہ

آپ فرماتے ہیں "و چونکہ آنچہ قرآن درباره صفت ساقہائے آں ملکہ گفتہ است ناکامل مے باشد پس ازآں سبب تکمیل آنرا ورا حادیث مے بائد جست" (صفحہ ۴۷) اب ناظرین خیال فرمائیں گے کہ اسکے بعد پادری صاحب کسی معتبر حدیث کی کتاب مثلاً صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں سے کوئی حدیث نقل فرمائینگے مگر یہ کتابیں پادری صاحب کے نزدیک معتبر نہیں۔ ناظرین تعجب کے ساتھ دیکھیں گے کہ پادریصاحب اس کے بعد کسی حدیث کی کتاب کا ذکر نہیں فرماتے بلکہ آپ کتاب عرائس المجالس میں سے ایک عبارت نقل کرتے ہیں اور چونکہ جو کچھ ان کتابوں میں لکھا ہے وہ پادریصاحب کے نزدیک بڑی پکی احادیث ہیں اسلیئے جب آپ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کے ناقص بیان کی احادیث سے تکمیل ہوتی ہے تو اُسوقت اُن کی مراد لفظ احادیث سے عرائس المجالس ہی ہے۔ اگر ناظرین معلوم کرنا چاہیں کہ وہ کونسی چیز ہے جسکو نہ بیان کرنے کی وجہ سے قرآن شریف کا بیان پادریصاحب کے بیان کے رُو سے نامکمل رہ گیا ہے تو میں وہ عبارت یہاں نقل کر دیتا ہوں۔ پادریصاحب فرماتے ہیں کہ آیت وکشفت عن ساقیھا اور آیت قال انہ صرح ممرد من قواریر کے درمیان مندرجہ ذیل عبارت ہونی چاہیئے۔ فنظر سلیمانؑ فاذا ھی احسن الناس ساقا وقدما الا انھا کانت شعراء الساقین فلما رای سلیمان ذلک صرف بصرہ عنھا و ناداھا انہ صرح ممرد من قواریر۔ یعنی جب ملکہ نے اپنی پنڈلیوں کو ننگا کیا تو حضرت سلیمانؑ نے دیکھا کہ اُسکی پنڈلیاں نہایت خوبصورت ہیں مگر اُنپر بڑے بڑے بال ہیں۔ یہ دیکھکر حضرت سلیمانؑ نے اپنی آنکھ پھیر لی اور فرمایا کہ یہ شیشوں کا پٹاؤ ہے پانی نہیں۔

پادری صاحب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف کے بیانات ناقص ہیں اور جبتک قصص الانبیاء اور عرائس المجالس میں سے کہانیاں اُٹھاکر اُس میں نہ رکھی جاویں قرآن شریف کمل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح عرائس المجالس و قصص الانبیاء کی کہانیاں گویا قرآن مجید کا جزو ہیں اور جب ان کا ماخذ پرانی کتابوں میں سے پیش کیا جاوے تو ضرور ہی کہ اسلام کی عمارت منہدم ہو جاوے کیونکہ یہ کہانیاں قرآن شریف کا جزو ہیں اور اُن کے بغیر قرآن شریف غیر مکمل رہتا ہے۔

کتاب ینابیع الاسلام میں سے اور بھی بہت سے حوالے پیش کئے جا سکتے تھے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ پادری صاحب نے ہر ایک چیز کا نام جو عرائس المجالس ۔ قصص الانبیاء وغیرہ میں لکھی گئی ہے حدیث رکھا ہے۔ ساری مثالیں یہاں نقل نہیں کیجا سکتیں مگر میں ناظرین کی توجہ ینابیع کے مندرجہ ذیل صفحات کی طرف پھیرتا ہوں۔ اُن صفحوں کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ جو کچھ عرائس المجالس وقصص الانبیاء میں کہانیاں درج ہیں پادری صاحب نے کمال راستبازی سے اُن سب کو احادیث کے نام سے یاد فرمایا ہے وہ صفحات یہ ہیں ۴۱-۵۲ و ۴۷ و ۸۷ و ۹۱ و ۱۰۱ و ۱۰۷ و ۱۱۱ و ۱۵۶ و ۲۰۶ و ۲۰۸ و ۲۲۱- اب میں کل پادری صاحبان سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ کبھی کسی اور پادری یا مسیحی نے اس سے بڑھ کر جھوٹ بولا ہے جو پادری ٹسڈل صاحب نے بولا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کذب بیانی ہو سکتی ہے کہ ایک چیز جو محض کہانی کے طور پر کسی مصنّف نے لکھی ہے اُسکو صرف اسوجہ سے حدیث کہا جائے کہ وہ مسلمان نے لکھی ہے اور پھر کیا اس سے بڑھ کر ابلہ فریبی ہو سکتی ہے کہ ایسی کہانیوں کا نام احادیث رکھنے کے بعد اور اُن کا کھوج پرانی کتابوں میں لگا کر ناظرین کو اس بات کا یقین دلانیکی کوشش کی جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کہانیوں کو یہودیوں یا اور لوگوں سے سیکھا اور یہ کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ خود پادریوں میں اگر تم ایسی کذب بیانی اور ایسی ابلہ فریبی کی مثال تلاش کروگے پھر بھی امید نہیں کہ اسکی نظیر مل سکے۔

پادری صاحبان اپنے سنہری اصول پر بڑا فخر کیا کرتے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ دوسروں سے وہی سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ دوسرے لوگ تم سے کریں۔ مگر یہ اصل پادری صاحبان نے صرف فخر کرنیکے لئے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ اسپر عمل کرنے سے اُنکو کوئی سروکار نہیں۔ کم از کم پادری ٹسڈل صاحب نے اپنی کتاب ینابیع میں اس تعلیم پر کچھ عمل کرنا گناہ سمجھا ہے۔ اسلام کی تعلیم کے سرچشمے ڈھونڈتے ہوئے آپ کا اوّل سے آخر تک یہ اصول رہا ہے کہ جو کچھ مسلمان افسانہ نویسوں نے لکھا ہے وہ عین حدیث ہے مگر جہاں کہیں بائبل کا ذکر آیا ہے یا مسیح کی تعلیم کا موقعہ آیا ہے تو اُس نے بار بار ناظرین کو متنبہ کیا ہے کہ خبردار یہودی مفسرین کی تفسیروں اور مسیحی مصنفوں کی تحریروں کو کہیں صحیح نہ سمجھ لینا۔ چنانچہ صفحہ ۲۸ پر وہ یہودیوں کی عہد عتیق کی تفسیروں کو موہومہ تفاسیر کے نام سے یاد کرتا ہے۔

صفحہ ۳۵ پر یہودیوں کے قصوں کو قصص باطلہ کہہ کر پکارتا ہے۔ صفحہ ۳۶ پر وہ افسانہائے باطل یہود کا ذکر کرتا ہے۔ صفحہ ۵۷ پر وہ یہودیوں کے مشہور معزز مفسر یوناتان بن عزئیل کو مفسر نادان کا خطاب عطا کرتا ہے۔ ایسا ہی صفحہ ۷۷ پر ترگوم کتاب استر کے مشہور مصنف کو مفسر نادان کہتا ہے۔ صفحہ ۹۲ پر تمام یہودی مفسرین کو افسانہ دوست اور زود اعتقاد کا خطاب دیتا ہے۔ صفحہ ۹۳ پر انکو طالب عجائب کے نام سے یاد کرتا ہے۔ صفحہ ۹۶ پر گمانہائے باطل یہود کا ذکر کرتا ہے۔ علاوہ اسکے وہ خاص مثالیں بھی پیش کرتا ہے جہاں یہودی مفسرین نے عہد عتیق کی تفسیر میں سخت غلطیاں کھائی ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل عہد عتیق کی ورسوں کے متعلق لکھتا ہے کہ یہودی مفسرین نے انکی تفسیر کرنے میں فاش غلطی کھائی ہے۔ وہ مقامات یہ ہیں پیدائش باب ۱۔ ورس ۲۔ نیز باب ۲ ورس ۲ و ۴ و نیز باب ۱۱ ورس ۲۸ و باب ۱۵ ورس ۷ و باب ۲ ورس ۱ خروج باب ۲ ورس ۱۲۔ نیز باب ۳۲ ورس ۱۹ و ۲۰ و باب ۲ ورس ۸۔ وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ یہودی مفسرین نے بہت سے قصے اور کہانیاں بائبل کے کئی مقامات کی تشریح اور توضیح اور تکمیل کی غرض سے درج کی ہیں اور وہ ناظرین کو آگاہ کرتا ہے کہ ایسی کہانیوں کو بالکل صحیح سمجھنا سخت غلطی ہے۔ مگر جب قرآن شریف کی تفسیروں کا ذکر آتا ہے تو اسکا خیال بالکل بدل جاتا ہے مسلمانوں کی تفسیروں میں پادری صاحب کے نزدیک جو جو قصے درج ہیں وہ سب قرآن شریف کے اجزاء ہیں اور ہر ایک کہانی جو کسی مسلمان مصنف نے لکھی ہے وہ بعینہ حدیث نبوی ہے۔ اس لئے پادری ٹسڈل مفسرین کی کہانیوں اور مسلمان مصنفین کے قصوں کو عین اسلام ظاہر کر کے انکا کھوج پرانی کتابوں میں لگاتا ہے اور اس طرح اپنے زعم میں اسلام کی عمارت کو مسمار کرتا ہے۔ میں پادری صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہودی مفسرین نے ایسی کہانیاں اپنی تفسیروں میں درج کر دی ہیں جو درحقیقت بائبل کا جزو نہیں ہیں تو پھر کیا مسلمان مفسرین کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بھی ایسی حکایات درج کرتے جنکو قرآن شریف سے کچھ تعلق نہ تھا؟ اگر پادری صاحب دیانتداری سے کام لیتے تو وہ ہرگز مفسرین کے قصوں کو قرآن شریف کا جزو ظاہر نہ کرتے اور اس طرح اُن قصوں کا کھوج نکالکر خواہ مخواہ اپنے اور اپنے ناظرین کے وقت کا خون نہ کرتے۔

اپنی کتاب میں وہ بہت سی مسیحی کتب کا بھی ذکر کرتا ہے جنکو وہ جعلی قرار دیتا ہے مگر جب مسلمانوں کا ذکر آتا ہے تو ہر ایک کتاب جو کسی مسلمان نے لکھی خواہ وہ کیسی ہی بیہودہ ہو اُسکو عین اسلام کی تعلیم قرار دیتا ہے بلکہ اُنکی ہر ایک بات کو حدیث کہہ کے پکارتا ہے۔ پادری صاحب بتلاؤ یہی انصاف ہے۔ کیا سچ لوگ ایسی ہی کارروائیاں کیا کرتے ہیں؟ پادری صاحب خوب سمجھتے تھے کہ اُن سے یہ سوال کیا جاویگا کہ اُنھوں نے تفسیروں کے قصوں کو کیوں قرآن مجید

کی جزو قرار دیا۔ اسلیئے آپ اسکی ایک دلیل بیان کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ تفسیروں کے قصے قرآن مجید کے مضامین کی توضیح اور تکمیل کرتے ہیں اسلیئے قرآن مجید کے بنا بیع تلاش کرتے وقت ان تفاسیر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ مگر مَیں پوچھتا ہوں کہ یہودی مفسروں نے اپنی تفاسیر میں جو قصے درج کیئے ہیں کیا اُن کی یہ غرض نہ تھی کہ ان قصوں کے ذریعہ بائیبل کے مضامین کی توضیح اور تکمیل کی جاوے۔ پس اگر اسکے نزدیک یہودی مفسروں کے قصص کو بائیبل کی جزو خیال کرنا غلطی ہے تو مسلمان مفسروں کے قصص کو قرآن مجید کی جزو قرار دینا وہ کیوں جائز خیال کرتا ہے؟

پادری صاحب پر یہ بھی سوال ہو سکتا تھا کہ کیوں انہوں نے احادیث کی مسلّمہ کتب کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اسکی بھی آپ وجہ بیان کرنے سے نہیں چوکے۔ آپ فرماتے ہیں کہ چونکہ سنیوں کی مسلّمہ کتب کو شیعہ لوگ قبول نہیں کرتے اور شیعہ کی مقبولہ کتب کو سُنّی قبول نہیں کرتے اسلیئے مَیں نے ان دونوں قسم کی کتابوں سے اجتناب کیا ہے۔ یہ مستند کتابوں کا حوالہ نہ دینے کے لیئے عجیب بہانہ ہے۔ ایسا عذر بجائے اس کے کہ پادری صاحب کی نیک نیتی کو ظاہر کرے اُلٹا آپکی دیانتداری پر شبہ کرنیکا موقعہ دیتا ہے۔ اگر تمام احادیث اسلیئے ناقابل اعتبار ٹھہر جاتی ہیں کہ سُنّیوں کے مسلّمہ مجموعوں کو شیعہ لوگ قبول نہیں کرتے اور شیعہ کی کتابوں کو سُنّی صاحبان ردّ کرتے ہیں تو پھر کسی شخص کو اسلام یا بانیٔ اسلام علیہ الف الف سلام کی تاریخ لکھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ ایسی تاریخ کا مصالح زیادہ تر انہی کتابوں سے ہی لیا جاتا ہے۔ ایک محقق صرف اس وجہ سے تمام روایات کو ترک نہیں کر دیگا کہ انکو ایک مخالف فرقہ کسی وجہ سے قبول نہیں کرتا۔ مَیں یہاں ولیم میور کی رائے کو نقل کرتا ہوں جو انہوں نے سُنّیوں اور شیعوں کی مسلّمہ کتب احادیث کے متعلق اپنی کتاب لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دیباچہ میں لکھی ہے۔ آپ دیباچہ کے صفحہ ۳۹ پر سُنّیوں کی مسلّمہ کتب کے مؤلفوں کی نسبت لکھتے ہیں "اسمیں کچھ شک نہیں کہ ان احادیث کے جمع کرنیوالوں نے اس کام میں جو انہوں نے اختیار کیا نہایت دیانت داری اور اخلاص نیت سے کام کیا۔ اور یہ کہ انہوں نے نہایت نیک نیتی سے مروّجہ احادیث کو اکٹھا کیا اور جن راویوں کے ذریعہ اُن کو وہ احادیث پہنچیں اُنکی انہوں نے نہایت احتیاط سے چھان بین کی اور نہایت ہی احتیاط اور صحت کے ساتھ ان احادیث کو قلم بند کیا"۔ جب احادیث کے جمع کرنیوالوں نے اسقدر دیانتداری اور احتیاط سے احادیث کو جمع کیا تو ایسی صورت میں نہ صرف اسلام کے حق میں بلکہ خود ان احادیث کے جمع کرنیوالوں کے حق

میں سخت بے انصافی ہے کہ ان احادیث کو صرف اس وجہ سے ردّ کر دیا جاوے کہ ایک فرقہ مذہبی مخالفت کی
وجہ سے انکو قبول نہیں کرتا۔ پھر میور اُن کتب احادیث کا جو سنیوں کے نزدیک مسلّم ہیں شیعوں کی کتب
سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھتا ہے "سُنّیوں کی صحاح ستّہ سب کی سب عباسی خلفاء کے زمانہ میں
لکھی گئیں اور انہیں جو سب سے پہلی ہیں وہ خلیفہ مامون کے عہد میں مرتب ہوئیں۔ شیعوں کی چار
مسلّمہ کتابیں سُنّیوں کی صحاح ستّہ سے کچھ زمانہ بعد لکھی گئیں اور وہ سنّیوں کی
صحاح ستّہ کے مقابل میں ایسی کم اعتبار کے لائق ہیں کہ اُن کے ساتھ ان کا
مقابلہ کرنا بھی درست نہیں۔ انکی بڑی غرض یہ تھی کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور انکی اولاد کی
امامت کو ثابت کیا جاوے" یہ ہے میور کی رائے شیعہ کی کتب احادیث کے متعلق۔ اور پادری
ٹسڈل کا صرف اس وجہ سے صحاح ستّہ کو ردّ کرنا کہ شیعہ لوگ محض مذہبی مخالفت کی وجہ سے
انکو قبول نہیں کرتے نہ صرف بے انصافی ہے بلکہ محققانہ طریق سے بہت بعید ہے مگر پادری
صاحب کے مسلّم کتب احادیث کو ترک کرنیکی نسبت خواہ کچھ ہی خیال کیا جاوے اُنکے پاس کوئی
وجہ نہیں تھی کہ احادیث کی مسلّمہ کتب کو چھوڑ کر عرائس المجالس۔ قصص الانبیاء۔ التواریخ القدیمہ
وغیرہ جیسی کتابوں کی طرف رجوع کرتے۔ اور اُنکے قصوں اور کہانیوں کا نام احادیث رکھتے۔ اگر
صحیح بخاری اور صحیح مسلم جیسی کتابوں کو اُس نے اسلیئے ردّ کر دیا کہ شیعہ انکو نہیں مانتے تو عرائس المجالس
وغیرہ کتب کس قاعدہ کے رو سے قابل اعتبار بلکہ صحیح بخاری صحیح مسلم سے زیادہ معتبر ٹھہر گئیں
ایک طرف تو آپ اسقدر محتاط ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں کہ صحاح ستّہ جیسی قابل اعتبار کتابوں کو
اسوجہ سے ترک کرتے ہیں کہ شیعہ انکو نہیں مانتے دوسری طرف وہ بیہودہ قصوں اور کہانیوں کیطرف
اپنی کتاب کے لیئے مصالح جمع کرنیکے لیئے جھکتے ہیں اور پھر اسپر طرّہ یہ کہ ان قصوں اور افسانوں کا نام
احادیث رکھتے ہیں اور صرف ان کو احادیث ہی نہیں کہتے بلکہ انکو اعلیٰ پائے کی احادیث ظاہر
کرتے ہیں جنکا درجہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اُسکے قول کے بموجب یہ
ایسی کتابیں ہیں جو سنّیوں اور شیعوں دونوں کے نزدیک مسلّم ہیں وہ ان کتابوں کو صرف
احادیث کی کتابیں ہی نہیں کہتا بلکہ انکو ایسی احادیث کی کتابیں ظاہر کرتا ہے جو اسلام کے
ہر ایک فرقہ کے نزدیک قابل تسلیم ہیں اور جنپر شیعہ سنّی سب کا اتفاق ہے کیا اس سے بڑھ کر کذب

کسی انسان کے وہم و گمان میں آسکتا ہے؟ ان پر اتفاق کرنا تو کجا اسلام کا کوئی فرقہ انکو احادیث کی کتابوں میں بھی شامل نہیں کرتا۔ اگر ہر ایک فرقہ کے نزدیک یہ کتابیں مسلّم تھیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہر ایک فرقہ کے پاس الگ الگ کتابیں ہیں جنپر اُن کا عملدرآمد ہے اگر درحقیقت یہ ایسی ہی قابل وثوق کتابیں تھیں جیساکہ پادریصاحب انکو ظاہر کرتے ہیں تو پھر چاہیئے تھا کہ میور بھی اپنی کتاب لائیف آف محمد (صلی اللہ علیہ سلم) کا بہت سا مصالح انہی کتابوں میں سے اکٹھا کرتا۔ اور اُسکی کتاب میں بہت سی ایسی حکایتیں درج ہوتیں جیسی کہ طاؤس اور کوہ قاف اور لوح محفوظ کی کہانیاں جو پادری ٹسڈل نے اپنی کتاب میں کثرت سے درج کی ہیں اور جنکو وہ اسلام کی حقیقی اور صحیح اور متفق علیہ تعلیم کے طور پر پیش کرتا اور جنکا پرانی کتابوں میں کھوج لگاکر اسلام کی عمارت کو مسمار کر دینے کا دعویٰ کرتا ہے۔ پادری صاحب اپنی کتاب کے ابتدا میں بڑے زور کے ساتھ اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ وہ اپنی کتاب میں صرف ایسی احادیث نقل کرینگے جنپر سب فرقوں کا اتفاق ہو اور جو سُنّیوں اور شیعوں ہر دو کے نزدیک مسلّم اور معتبر ہوں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں "چونکہ حاجت ما باختصار است ایں را مصمم کردہ ایم کہ ہیچ عقیدہ و ہیچ تعلیم اہل اسلام را ذکر نہ کنیم خبر آنہا کہ اصل و بنیاد آنہا در خود قرآن یافت مے شود و شرح آں نیز در آں احادیث مندرج است کہ میان جمیع مسلمان خواہ شیعہ باشند خواہ سنی رواج کلی دارد زیرا ارادہ ما ایں است کہ ایں کتاب برائے جمیع اہل اسلام عموماً فائدہ داشتہ باشد" (صفحہ ۹)

پادری صاحب نے جس ارادہ کا اظہار فرمایا ہے وہ بے شک عمدہ ہے مگر افسوس ہے کہ یہ ارادہ صرف دکھانیکے لیئے ہے۔ آپ اس جگہ دو اصول قائم کرتے ہیں اوّل یہ کہ وہ کسی ایسے عقیدہ اسلامی کا ذکر نہیں فرمائیں گے جس کا اصل قرآن شریف میں موجود نہ ہو۔ دوم یہ کہ وہ صرف ایسی احادیث نقل فرماویں گے جو اسلام کے ہر ایک فرقہ کے نزدیک مسلّم ہوں۔ بے شک یہ دونوں بہت عمدہ اصول ہیں مگر افسوس سے تو یہ کہ انہوں نے یہ اصول عمل کرنیکے لیئے نہیں بلکہ صرف اپنے کرتوتوں کو ڈھانپنے کے لیئے لکھے ہیں۔ یہ بات کہ وہ ان اصول پر کہاں تک کاربند رہے ہیں یہ اُن حوالجات سے ظاہر ہے جو مَیں پہلے اس مضمون کے اثنا میں درج کر چکا ہوں۔ وہ ایک خاصی تعداد کہانیوں اور افسانوں کی نقل کرتے ہیں جنکو وہ اسلام کی تعلیم کے طور پر پیش

کرتے ہیں۔ ان کہانیوں میں سے میں چند ایک بطور نمونہ کے نقل کر چکا ہوں اور ہر ایک شخص جسکو قرآن شریف کی تعلیم سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ بآسانی دیکھ سکتا کہ ان افسانوں کو قرآن شریف کی تعلیم سے کچھ بھی تعلق نہیں اور اُنکا اصل قرآن شریف میں کہیں نہیں ملتا۔ مگر پادری صاحب ایک نرالے طرز سے ان افسانوں کا اصل قرآن شریف میں دریافت کرتے ہیں۔ دو مثالوں سے پادری صاحب کا یہ نرالا طرز واضح ہو جائیگا۔ صفحہ ۱۱۱ پر آپ کوہ قاف کی دو کہانیاں عرائس المجالس اور قصص الانبیاء میں سے نقل کرتے ہیں اور ان کہانیوں کو اسلام کی تعلیم ظاہر کرتے ہیں میں ان فسانوں کو پہلے نقل کر چکا ہوں۔ اب دیکھیئے کس طرح ان کہانیوں کا اصل قرآن شریف میں سے نکالتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کی پچاسویں سورۃ کے ابتدا میں جو حرف ق ہے اُسمیں اسی کوہ قاف کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ہے طریق پادری صاحب کا جس کے ذریعہ آپ افسانوں کا اصل قرآن مجید میں سے تلاش کر لیتے ہیں۔ مگر پچاسویں سورۃ کے علاوہ قرآن شریف میں اور بھی بہت سی سورتیں ہیں جو ایسی ہی حروف سے شروع ہوتی ہیں۔ مگر پادری صاحب نے یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ وہ کن پہاڑوں۔ دریاؤں۔ جزیروں۔ جھیلوں یا سمندروں کے نام ہیں۔ اگر کوئی افسانہ نویس ایک بیہودہ اور بے اصل کہانی بیان کرے اور پھر یہ کہدے کہ قرآن شریف کے فلاں حرف کا اشارہ اسی افسانہ کی طرف ہے تو کیا اس سے ثابت ہو جاویگا کہ واقعی اس حرف میں اُسی بے بنیاد افسانہ کی طرف اشارہ ہے۔ اگر پادری صاحب اسی طریق سے اسلام کی فرضی تعالیم کا اصل قرآن شریف میں تلاش کرتے ہیں تو دنیا میں کوئی ایسی بیہودہ سے بیہودہ اور لغو سے لغو کہانی نہیں ہو سکتی جسکا اصل اسی طریق سے قرآن شریف میں مل نہ سکے۔ اور اس طریق پر چلکر اُن ساری کہانیوں کا اصل پرانے اور نئے عہدناموں میں بھی دریافت ہو سکتا ہے جو یہودیوں اور مسیحیوں نے لکھی ہیں اور جنکو پادری صاحب جھوٹی قرار دے چکے ہیں۔ کبھی کسی معتبر مفسر نے یہ نہیں لکھا کہ قرآن شریف کی بعض سورتوں کے ابتدا میں جو حروف مقطعات ہیں وہ پہاڑوں۔ دریاؤں۔ براعظموں۔ خلیجوں۔ آبناؤں اور خاکناؤں وغیرہ کے نام ہیں۔

قرآن شریف میں سے بے بنیاد قصوں کا اصل دریافت کرنیکا جو طریق پادری صاحب نے اختیار کیا ہے اسکی ایک اور مثال میں اُنکی کتاب ینابیع الاسلام میں سے پیش کرتا ہوں۔ آپ صفحہ ۷۵ پر

عرائس المجالس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ملکہ سبا کی پنڈلیوں پر بڑے بڑے بال تھے اور آپکے نزدیک اس کہانی کا اصل قرآن شریف کی آیت ہے وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا چونکہ اس آیت میں ساق کا لفظ آیا ہے اسلیئے ملکہ سبا کی ساق یعنی پنڈلی کے متعلق جو کہانی ہوگی اسکا اصل یہ آیت قرآنی ہے۔ یہ ہے پادری صاحب کا طریق قرآن شریف میں سے اصل نکالنے کا۔ ایسی اور مثالیں بھی پادری صاحب کی کتاب میں سے پیش کی جاسکتی ہیں مگر جن دو کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس طریق کو ظاہر کرنیکے لیئے کافی ہیں جو پادری صاحب نے قرآن شریف میں سے ہر ایک بات کا اصل نکالنے کیلیئے اختیار کیا ہے۔ پادری صاحب کیا خوبصورتی سے اپنی کتاب کے ابتدا میں ظاہر فرماتے ہیں کہ وہ کوئی ایسی بات پیش نہیں کرینگے جسکا اصل قرآن مجید میں پایا جاتا ہو۔ اس اعلان کو پڑھکر ہر ایک شخص یہ خیال کرتا ہے کہ پادری صاحب بڑے محقق ہیں مگر جب پادری صاحب کے طریق کو جو انہوں نے قرآنی اصل دریافت کرنیکے لیئے اختیار کیا ہے دیکھا جاوے تو ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ اعلان صرف دھوکہ دینے کیلیئے کیا ہے۔ ناظرین! آپنے بہت سی کتابیں پادریوں کی لکھی ہوئی پڑھی ہونگی مگر میں امید نہیں کرتا کہ آپنے کوئی ایسی تحریر دیکھی ہو جسمیں مسیحی مصنف نے تمہید میں ایسے خوبصورت اصول باندھے ہوں جیسے ہمارے پادری صاحب نے باندھے ہیں اور پھر کتاب کے اثنا میں انکا ایسا ناجائز استعمال کیا ہو۔ پادری صاحب کا طریق استدلال کیا ہی نرالا ہے۔ چونکہ ساق کا لفظ قرآن مجید میں ہے اسلیئے ہر ایک کہانی جو کسی شخص نے ملکہ کی ساق کے متعلق لکھی ہے وہ قرآن ہی کی کہانی سمجھنی چاہیئے اور اسکا کھوج پرانی کتابوں میں نکالنے سے اسلام کی عمارت مسمار ہوجاتی ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ جبتک یہ بیان نہ کیا جاوے کہ ملکہ کی پنڈلی پر بڑے بڑے بال تھے قرآن شریف کا بیان مکمل نہیں ہوتا۔ میں پوچھتا ہوں پادری صاحب ابھی زندہ ہیں۔ کیا آپ مجھے بتلا سکتے ہیں کہ بالوں کا قصہ کسطرح قرآن مجید کے بیان کی تکمیل کرتا ہے۔ دراصل یہ پادری صاحب کی ساری چالبازیاں ہیں اور آپ کی غرض صرف یہ ہے کہ کسی طرح قرآن مجید کو اس کہانی کا ذمہ وار ٹھہرا کر اسکا کھوج پرانی کتابوں میں لگایا جاوے اور اسطرح یہ ثابت کیا جاوے کہ قرآن مجید کے مضامین دوسری کتابوں میں سے اخذ کیئے گئے ہیں۔

ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ کسطرح پادری صاحب پہلے بیہودہ افسانوں کو اسلام کی تعلیم ظاہر کرتے ہیں اور پھر کس طریق سے اس فرضی تعلیم کا اصل قرآن مجید میں سے نکالتے ہیں۔ اب میں پادری صاحب کے دوسرے اصول کی طرف رجوع کرتا ہوں یعنی یہ اصول کہ وہ صرف ایسی احادیث پیش کرینگے جو سنیوں اور شیعوں ہر دو کے نزدیک مسلم ہوں۔ اسکے متعلق میں پہلے دکھا چکا ہوں کہ جن چیزوں کا نام اس نے احادیث رکھا ہے سنیوں اور شیعوں کا انپر اتفاق ہونا تو کجا انکو احادیث کہنا ہی ایک افترا ہے۔ اکثر کہانیاں جو پادری صاحب نے نقل کی ہیں اور جنکو اس نے احادیث کے نام سے یاد کیا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

منسوب ہی نہیں کی گئیں اور جو ایک دو بظاہر منسوب کیگئی ہیں مثلاً کوہ قاف کا قصہ وہ سنّیوں اور شیعوں ہر دو کے نزدیک مفتریات ہیں اور پادری صاحب کا یہ کہنا کہ وہ مسلمانوں کے کل فرقوں کے نزدیک مسلم ہیں محض افترا ہے۔

پادری صاحب کا یہ فرمانا کہ میں نے صحاح ستّہ وغیرہ کو اس لئے نہیں لیا کہ وہ شیعہ کے نزدیک معتبر نہیں محض بہانہ ہے۔ اگر آپ اس دعویٰ میں سچے ہیں تو آپنے بیضاوی و جلال الدین کو کیوں نقل کیا ہے کیونکہ وہ بھی سنیوں کی تفسیریں ہیں۔ پادری صاحب نے یہ عذر صرف اسلیئے کیا ہے تا آپکو عرائس المجالس وغیرہ کتابوں کی طرف رجوع کرنیکے لیئے بہانہ ہاتھ آجائے کیونکہ جسقدر اُسکو ان کہانیوں کی کتابوں میں سے مصالح مل سکتا تھا وہ صحاح ستّہ میں سے کہاں مل سکتا تھا۔ ان کہانیوں کی کتابوں میں بہت سے قصّے ایسے ہیں جو یہودیوں وغیرہ سے لیئے گئے ہیں انکا آسانی سے کھوج لگ سکتا تھا۔ اس لیئے اُسنے ان کہانیوں کو صحاح ستّہ پر ترجیح دی۔ باقی رہا یہ ثابت کرنا کہ یہ اسلام کی تعلیم میں شامل ہیں۔ پادری صاحب کے نزدیک یہ کام کوئی مشکل نہ تھا۔ اُنہوں نے ان کہانیوں کا نام احادیث رکھدیا اور دوسری چال یہ چلی کہ اُنکا اصل قرآن مجید میں نکالنے کیلیئے ایک نرالا طریق ایجاد کیا۔ مثلاً پادری صاحب کے نزدیک ہر ایک کہانی جو فسانہ گوؤں نے خیال کوہ قاف کے متعلق لکھی ہے وہ سب قرآن کی تعلیم ہے کیونکہ قرآن مجید کی پچاسویں سورۃ کے شروع میں حرف ق ہے۔ پھر ہر ایک کہانی جو افسانہ گوؤں نے لوح محفوظ کے متعلق لکھی ہے وہ قرآن مجید کی کہانی ہے کیونکہ قرآن شریف میں لوح محفوظ کا لفظ آیا ہے۔ ایسا ہی ہر ایک کہانی جو ملکہ سبا کے بدن کے بالوں کے متعلق لکھی گئی ہے وہ قرآنی تعلیم ہے کیونکہ قرآن مجید میں ساق کا لفظ آیا ہے اور جبتک ساق کے بالوں کا بیان نہ ہو قرآن شریف کا کلام ناقص رہتا ہے۔ ایسا ہی حضرت ابراہیم کا بازار میں بُت بیچنے کا قصّہ پادری صاحب کے نزدیک قرآنی قصہ ہے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وعظ بُت پرستی کے برخلاف درج ہے۔ ایسا ہی ہر ایک واقعہ جو مفسرین نے لکھا ہے وہ قرآن مجید کی جزو ہے کیونکہ ایسے قصوں سے قرآن مجید کے بیانات کی تکمیل ہوتی ہے۔ جب اسطرح ہر ایک لغو کہانی اسلام اور قرآن مجید کی تعلیم ثابت ہوگئی تو پھر کیا رہا۔ اُنکا کھوج پرانی کتابوں میں سے نکالا اور لمبے چوڑے حوالے عجیب و غریب حروف میں نقل کردیئے اور آخر بڑے محققانہ لہجہ میں ججی کی کرسی پر بیٹھکر یہ فیصلہ سُنا دیا کہ جو کچھ مسیحی معترضین اسلام کے بانی کے متعلق اعتراض کرتے ہیں وہ سب کے سب لاجواب اور درست ہیں۔ چلو فیصلہ ہوا۔ مسیحی بھائیوں کو ڈگری مل گئی۔

اگر پادری صاحب واقعی یہ چاہتے تھے کہ وہ صرف ایسی ہی کتاب پیش کریں جو اسلام کے کل فرقوں کے نزدیک مسلّم ہو اگر واقعی اُنکی نیت فریب بازی سے منزہ تھی تو اُنکے لیئے راہ بالکل صاف تھی۔ اُنکو چاہیئے تھا کہ نہ عرائس المجالس کیطرف رجوع کرتے نہ قصص الانبیاء کی طرف اور نہ تفسیر بیضاوی کا حوالہ دیتے اور نہ جلال الدین کا ذکر کرتے بلکہ صرف قرآن مجید

... کی کتاب کو پرکھا جائیگا۔

صدر انجمن احمدیہ کی ماہوار رپورٹ

لنگرخانہ:۔ لنگرخانہ کی آمد اخراجات کے لیئے مکتفی نہ ہونیکے باعث یہ فنڈ قریباً ایک سال سے مقروض چلا آتا ہے۔ گذشتہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر رپورٹ پیش کرتے وقت اس امر کی طرف جب حاضرین جلسہ کو توجہ دلائی گئی تو احباب نے سچے مخلصانہ جوش سے اسی وقت اس قرضہ کی رقم کو پورا کرنیکی کوشش کی چنانچہ اسی جلسہ میں اور قبل اسکے کہ رپورٹ کا باقی ماندہ حصہ سنایا جاتا آٹھ سو روپیہ چندہ ہوا جس سے گذشتہ قرضہ قریباً سارے کا سارا اتر گیا۔ مگر یہ عجیب اتفاق ہے کہ جو تحریک اس آٹھ سو روپے کے قرضہ کو ہلکا کرنیکا موجب ہوئی وہی لنگرخانہ کے بار کو پھر اسیقدر رقم کے ساتھ بڑھانیکا موجب بھی ٹھہری۔ جلسہ سالانہ کے متعلق اصول یہ ہونا چاہیئے کہ اس کے اخراجات الگ پورے ہوجائیں اور لنگرخانہ پر انکا بوجھ نہ پڑے۔ چنانچہ گذشتہ سال قریباً اڑھائی ہزار روپے کا خرچ جلسہ سالانہ کے چندہ سے پورا ہوگیا تھا۔ مگر اس سال باوجودیکہ اخراجات گذشتہ سال سے قریباً سات سو روپے کم ہوئے یعنی کُل خرچ جلسہ سالانہ کا ۱۷۱۵ روپے ہوا مگر یہ رقم بھی جلسہ سالانہ کے چندہ سے پوری نہ ہوسکی۔ اور آمد بہ نسبت اخراجات کے ۷۲۱ روپے کم رہی اسلیئے یہ بوجھ پھر لنگرخانہ پر پڑا اور لنگرخانہ اسوقت پھر قریباً ایک ہزار روپے کا مقروض ہوگیا ہے۔ اخراجات جلسہ سالانہ کے پورا کرنیکے لیئے مجلس معتمدین دو سال گذشتہ سے یہ تحریک کرتی رہی ہے کہ ایک تو ہر ایک انجمن کچھ رقم بطور چندہ ان اخراجات کے پورا کرنیکے لیئے دے اور دوسرے ہر ایک دوست جو جلسہ میں شامل ہو کم از کم ایک روپیہ ان اخراجات کے لیئے دے۔ چنانچہ اس سے پہلے جلسہ سالانہ پر ان دونوں ذریعوں سے معتدبہ آمد ہوکر کل اخراجات جلسہ پورے ہوگئے مگر اس سال گو تحریک پہلے کی طرح ہی کیگئی تھی مگر اس مد میں صرف وہی رقم آئی جو انجمنوں نے تھوڑی تھوڑی بطور چندہ بھیجی تھی اور دوسرے ذریعہ سے یعنی یہ کہ ہر ایک دوست جو جلسہ میں شامل ہو وہ ایک روپیہ کم از کم ان اخراجات کے پورا کرنیکے لیئے ادا کرے بہت کم آمد ہوئی یا یوں کہنا چاہیئے کہ کچھ بھی آمد نہ ہوئی۔ دو اڑھائی ہزار آدمی کے مجمع میں اگر ایک روپیہ فی کس والی تجویز پر عملدرآمد ہوتا تو اخراجات جلسہ سالانہ کو پورا کرکے کچھ رقم بڑھ بھی رہتی مگر انجمنوں نے اور نہ ہی فرداً فرداً احباب نے اس طرف توجہ فرمائی۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ پھر لنگرخانہ کا فنڈ ایک ہزار روپے کا مقروض ہوگیا ہے مجلس معتمدین میں یہ سوال پیش ہوکر مجھے یہ ہدایت ہوئی ہے کہ میں اس رقم کیلیئے

عمارت:۔ مذکورہ بالا تحریک کے ساتھ میں مجبور ہوں کہ چندہ تعمیر کیطرف پھر احباب کو توجہ دلاؤں۔ اسوقت جب میں یہ رپورٹ لکھ رہا ہوں بورڈنگ ہوس کو دو ونگ یعنی نصف عمارت چھتوں تک پہنچ چکی ہے اور گرڈر بھی آئے ہوئے موجود پڑے ہیں خدا نے چاہا تو ایک مہینہ تک اس حصہ پر چھت پڑ کر رہائش کے گذارہ کیلیئے کافی ہوجائیگا

اور اس کے بعد ایک ماہ تک اور تیسرا ونگ بھی اسطرح کی تکمیل کی حد کو پہنچ جاویگا۔ یا تین چوتھائی بورڈنگ قریبًا تیار ہو پہلی پکی ہوئی اینٹ کا خاتمہ ہو جائیگا۔ چوتھا ونگ۔ برامدے۔ فرش۔ پلستر ٹیپ اساریاں یہ کام ابھی باقی ہوگا۔ دوسری طرف چاروں طرف سی یہ خوشخبری بھی آرہی ہے کہ بہت سے طلبا رنئے آنیوالے ہیں اس خوشخبری کے ساتھ یہ فکر بھی ضروری ہو کہ چوتھا ونگ بلکہ دوسرا حصہ بورڈنگ کا بھی بہت جلد تیار ہو۔ شفاخانہ سپرنٹنڈنٹوں چپڑاسیوں کے کوارٹروں کے بغیر بھی گذارہ نہیں ہوسکتا۔ اسوقت تک قریبًا چھ سات ہزار روپیہ ایسا بھی اس تعمیر میں خرچ ہوچکا ہے جو چندہ تعمیر بورڈنگ سے وصول ہوکر دوسرے کاموں پر خرچ ہونا چاہیئے۔ نئی عمارت کا فکر ابھی سے کر کے بھٹہ کا انتظام ابھی برسات کے اختتام پر شروع ہوجانا ضروری ہے اور مجلس معتمدین نے دسہزار روپیہ اس کام کیلئے منظور بھی کرلیا ہے۔ قریبًا دو ہزار روپے کا خرچ ہر ماہ میں اُجرت مزدوری کا اور متفرق بھی ہے۔ یہ دوسری تحریک ہے جس کی طرف توجہ دلانا میرے ذمہ ہے۔ مگر ابھی ایک اور تحریک بھی باقی ہے۔

ایڈورڈ میموریل فنڈ:۔ ملک معظم شاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات پر دنیا کے ہر حصہ میں بادشاہ کی وفادار رعایا کے دلوں میں یہ تحریک پیدا ہوئی ہے کہ ہر جگہ آپ کی یادگاریں قائم کیجاویں۔ ہندوستان کے بھی ہر صوبہ میں یہ تحریک ہوچکی ہے۔ ہمارے بیدار مغز لفٹننٹ گورنر سر لوئیس ڈین نے اعلیٰ حکام گورنمنٹ و معزز رؤسائی و جاگیرداران اور والیان ریاستہائے اور عام رعایا کے وکلائے کے ایک عظیم الشان جلسہ میں جو ۳۰۔ جولائی کو لاہور میں ہوا یہ فیصلہ کیا ہے کہ ملک معظم کے صوبہ پنجاب کی رعایا اس یادگار کو مریضوں کے ساتھ ہمدردی کے رنگ میں جسمیں شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم ہمیشہ دلچسپی لیتے تھی قائم کرے اور اس غرض کیلئے لاہور میں میڈیکل کالج کی اور مردانہ اور زنانہ ہسپتال کی توسیع کیجاوی اور اسکے لیئے چودہ لاکھ روپے چندہ کے جمع کرنیکا اعلان کیا ہو چنانچہ اسوقت ہر ایک ضلع میں یہ تحریک ہورہی ہو اور گورنمنٹ کی وفادار رعایا ہر جگہ حسب مقدرت اس تحریک میں شمولیت کو اپنا فخر سمجھتی ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے افراد اس گورنمنٹ کے نیچے رکھا جانیکو اللہ تعالیٰ کے خاص احسانات میں سے سمجھتے ہیں۔ اور انکے مقدس امام نے ہمیشہ گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کی شکرگذاری کو بحکم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اپنا فخر سمجھا ہو۔ چنانچہ اسی شکرگذاری کے رنگ میں ہی ٹرانسوال کے جنگ کے مجروحین کیلئے اس سلسلہ کی اسوقت جبکہ ابھی یہ بہت کمزور حالت میں تھا پانچ سو روپیہ چندہ بھیجا گیا تھا۔ اب اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے اس چندہ ایڈورڈ میموریل فنڈ میں جماعت کی شمولیت کو ضروری سمجھا ہے اور خود بھی ایک رقم دینے کا وعدہ فرمایا ہو۔ مگر آپنے ضروری سمجھا ہو اور مجلس معتمدین نے یہ فیصلہ کیا ہو کہ یہ چندہ کُل ایک جگہ

جمع ہو۔ چنانچہ ذیل کا رزولیوشن انجمن (گذشتہ اجلاس میں) پاس ہوا ہے جسکی طرف (اور یہ تیسری تحریک ہے) میں جملہ احباب کو توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ "مجلس کی رائے میں یہ ضروری ہے کہ سلسلہ احمدیہ میں جسقدر احباب داخل ہیں وہ سب کے سب حسب استطاعت اس چندہ میں شامل ہوں جو شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی یادگار میں کیا جارہا ہے۔ اور جسکی تحریک ہندوستان کے ہر صوبہ میں ہو چکی ہے۔ مگر ساتھ ہی مجلس معتمدین اس ضرورت کو بھی محسوس کرتی ہے کہ جماعت کا چندہ ایک جگہ یعنی قادیان میں جمع ہو۔ اور چونکہ اس یادگار کی اصل منشا یہ ہے کہ ان نیک کاموں کو جن میں شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم خاص طور پر دلچسپی لیتے تھے جیسے غربا اور بیماروں کی ہمدردی یا اور رفاہ عام کے نیک کام۔ انہیں مستقل طور پر کسی نہ کسی رنگ میں ہر صوبہ میں قائم کیا جائے تاکہ یہ انکی نیکیوں کی یادگار ہمیشہ کے لئے دنیا میں قائم رہے۔ اور چونکہ ہماری صوبہ پنجاب کی گورنمنٹ نے بیماروں کے ساتھ ہمدردی کے کام کو شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی یادگار کا بہترین کام قرار دیکر میڈیکل کالج لاہور اور مردانہ و زنانہ ہسپتال کی توسیع کے رنگ میں اس یادگار کو قائم کرنیکا فیصلہ کیا ہے۔ لہٰذا اس مثال کو مدنظر رکھکر مجلس نے یہ ضروری سمجھا ہے کہ علاوہ اس بڑی یادگار میں شامل ہونیکے مقام قادیان میں جو سلسلہ احمدیہ کا مرکزی مقام ہے شہنشاہ کی اس یادگار کو علیحدہ بھی خاص طور پر قائم کیا جاوے اور اس غرض کیلئے جیساکہ نہ صرف اس مقام کی بلکہ گرد و نواح کی بھی ضروریات اس امر کی مقتضی ہیں ایک شفاخانہ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے نام پر قائم کیا جاوے۔ اور اس طرح پر بیماروں اور خصوصاً ان بیماروں کے ساتھ جو غریب ہیں جیساکہ دیہات کے اکثر لوگ ہوتے ہیں عملی طور پر ہمدردی دکھائی جاوے۔ لہٰذا مجلس اس بات کا اعلان ضروری سمجھتی ہے کہ جہاں جہاں احمدیہ انجمنیں ہیں وہ سب اس چندہ کیلئے تحریک کریں اور حسب استطاعت سب ممبروں کو اس میں شامل ہونیکی ترغیب دیں اور جہاں انجمنیں نہیں وہاں کے سرکردہ احباب اسی قسم کی تحریکیں کریں۔ اور جہانتک جلدی ممکن ہو اس کام کو شروع کریں اس رقم کی جو اسمیں جمع شدہ روپیہ میں سے پراونشل فنڈ میں بھیجی جاویگی اسوقت تک کوئی تعیین نہیں کیجا سکتی جبتک کہ اسکا معتدبہ حصہ جمع نہ ہو جاوے۔ نیز سلسلہ احمدیہ کے جو ممبر اس یادگار کا چندہ اس اعلان سے پہلے اپنے اپنے مقامات کے مقامی جلسوں میں دے چکے ہیں وہ سب بھی اپنے اسمائے گرامی اور رقم چندہ سے جو وہ دے چکے ہیں اطلاع دیں تاکمل فہرست میموریل فنڈ میں چندہ دینے والوں کی شائع کیجاوے۔

نیز فیصلہ ہوا کہ اس رزولیوشن کی ایک نقل بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور اور ایک نقل بخدمت نواب لفٹننٹ گورنر پنجاب بھی بھیجی جاوے اور اسکا اعلان عام طور پر بذریعہ اخبارات بھی کیا جاوے۔"

اس تحریک کے مجلس میں پیش ہونے سے پہلے احتیاطاً بذریعہ سرکلر لیٹر سب انجمنوں کو یہ اطلاع بھیجدی گئی تھی

کہ مجلس میں ایسی تحریک پیش ہونیوالی ہے تا کہ سب احباب کو اطلاع ہو جاوے کہ سلسلہ احمدیہ کا چندہ ایڈورڈ میموریل فنڈ
صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں جمع ہو کر پھر مناسب طور پر پیش کیا جاویگا۔ یہ سنکر مجھے خوشی ہوئی ہے کہ گورنمنٹ کے اعلیٰ
حکام نے بھی اس تجویز کو کہ سلسلہ احمدیہ کا چندہ ایک جگہ اکٹھا ہو کر سلسلہ کیطرف سے پیش کیا جاوے پسند کیا ہے چنانچہ پیر جماعت شاہ
صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے اس سرکلر چٹھی کے پیش ہونے پر جسکا ذکر میں نے ابھی اوپر کیا ہے یہ
ہدایت سکرٹری ایڈورڈ میموریل فنڈ کمیٹی کو کی کہ جسقدر چندہ احمدیوں کا اس فنڈ میں لکھایا گیا ہے وہ سب رقم سلسلہ
احمدیہ کے چندہ میں جمع ہونیکے لیئے دیدی جاوے امید ہے کہ جملہ حکام اس تجویز کو پسند فرماوینگے۔ مگر میں اس تحریک میں ایک
اور امر کی طرف احباب کو توجہ دلانی چاہتا ہوں جسکا ذکر مذکورہ رزولیوشن مجلس معتمدین میں بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس معتمدین
صرف اسی بات کو کافی نہیں سمجھتی کہ پراونشل فنڈ میں چندہ پیش کرے بلکہ سلسلہ کے مرکزی مقام میں وہ ایک علیحدہ یادگار
بھی اپنی وسعت کے مطابق قائم کرنا ضروری سمجھتی ہے۔ قادیان اسوقت ایک ایسا مقام ہے جہاں دنیا کی دور دور کے کونوں سے
لوگ آتے ہیں بلکہ انگلستان اور امریکہ اسٹریلیا وغیرہ سے بھی لوگ آتے ہیں۔ گرد و نواح کے دیہات میں کئی کئی میل تک اب
قادیان کو وہ گاؤں نہیں سمجھا جاتا جو پہلے تھا بلکہ بہت سی اپنی ضروریات کے لیئے لوگ اسی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس کے
علاوہ ایک ہائی سکول جسمیں تین سو تک تعداد طلبا پہنچی ہوئی ہے ایک دینی مدرسہ کئی اخباریں رسالے کتابوں کی
تصنیف کا سلسلہ ان سب امور نے اس قصبہ کو اب ایک خاص وقعت دیدی ہے۔ اور چونکہ پہلے یہ ایک معمولی سا
گاؤں تھا جسمیں نہ صرف کوئی شفاخانہ ہی نہ تھا بلکہ کوئی چھوٹا موٹا طبیب بھی نہ تھا اب ان تمام وجوہات مذکورہ بالا کے لحاظ سے
اسجگہ ایک شفاخانہ کا قائم کیا جانا ازبس ضروری ہے۔ اور گو اسوقت ایک معمولی سی ڈسپنسری ہے جو ابتداءً سکول کے
طالب علموں کی خاطر کھولی گئی تھی۔ مگر ان تمام ضروریات کے لیئے جنکا ذکر اوپر کیا گیا ہے یہ ڈسپنسری اب کچھ کام نہیں دے سکتی
اور وسیع پیمانہ پر شفاخانہ کا بنانا اب از حد ضروری ہو گیا ہے اسلیئے مجلس معتمدین نے اس ضرورت کو محسوس کر کے یہ
تجویز کی ہے کہ ہماری احباب ایڈورڈ میموریل فنڈ میں اسقدر دل کھولکر چندہ دیں کہ علاوہ پراونشل فنڈ میں
معتدبہ رقم بھیجنے کے شفاخانہ کی تجویز کی بھی تکمیل ہو سکے اور شہنشاہ کی یہ یادگار سلسلہ احمدیہ کے مرکزی مقام میں
بھی قائم ہو جیسا کہ کل صوبہ کے مرکزی مقام میں قائم ہوگی۔

سو یہ تین تحریکیں مجھے ایک ہی وقت اور سب کو یکساں ضروری سمجھکر ہی پیش کرنی پڑی ہیں۔ لنگرخانہ کے قرضہ کیلیئے تو
اگر انجمنیں توجہ کریں تو مقامی ضروریات کے چندہ سے تھوڑی تھوڑی رقم دیکر معقول مد بہم پہنچا سکتی ہیں۔ تعمیر کے چندہ کیلیئے
میں پہلے تجویز عرض کر چکا ہوں اور اب صرف یاددہانی کی ضرورت ہے کہ سب احباب اس میں شامل ہوں تا کہ کچھ روپیہ
آنا شروع ہو۔ ابتک اس کی طرف کافی توجہ نہیں ہوئی۔ اور نئی تحریک صرف ایڈورڈ میموریل فنڈ کے لیئے ہے۔ اس قدر ذکر کر دینا اور بھی ضروری ہے کہ قادیان میں شفاخانہ کی تجویز میں حضرت میر ناصر نواب صاحب کی قابل رشک کوششوں سے بہت کچھ آسانی ہو گئی ہے۔ کیونکہ شفاخانہ میں رہ کر علاج کرنیوالوں مریضوں کے لیئے نامر وارڈ کیلیئے پانچہزار روپیہ چندہ فراہم کرنیکی کوشش میں حضرت میر صاحب موصوف لگے ہوئے ہیں۔ اور بیرونی ہسپتال اور اسکے لیئے باقی سامان وغیرہ کا بہم پہنچانا اس تجویز کے ماتحت ہو جائیگا۔

محمد علی
سکرٹری مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ